انمول تحفہ

(برائے طلبۂ مدارس)

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث والافتاء، دار العلوم اشرفیہ، راندیر)

مرتب

مفتی عبد القیوم محمد عثمان اورنگ آبادی

(فاضل: دار العلوم اشرفیہ راندیر، سورت)

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

سلسلۂ مواعظ

انمول تحفہ

(برائے طلبۂ مدارس)

از

افادات

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث والافتاء دار العلوم اشرفیہ، راندیر)

{کمپوزنگ و مرتب}

مفتی عبد القیوم محمد عثمان اورنگ آبادی

(فاضل: مدرسہ دار العلوم اشرفیہ، راندیر سورت)

تفصیلات کتاب ہذا

☆ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہے ☆

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اصول تحفہ برائے طلبہ مدارس

مواعظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰۰۰ (ایک ہزار)

طباعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پہلا ایڈیشن

مطبع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ھدایت آرٹ اسگراپورہ سورت

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آصفی آرٹ۔

کتابت سیٹنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آصفی آرٹ (عبدالقیوم اورنگ آبادی7383919819)

مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔مفتی عبدالقیوم اورنگ آبادی

☆ملنے کے پتے☆

مکتبہ عزیزیہ۔ (آل پیراسوسائٹی مدنی سورت) 09824757991

مدرسہ فیض ہجانی (رامپورہ سورت) 09825267335

مولوی عبدالرشید دھروی (محمود پورہ جامع مسجد کے سامنے گودھرا) 09714168841

مفتی عبدالقیوم اورنگ آبادی۔ (باوکا لونی کٹ کٹ گیٹ اورنگ آباد GJ.7383919819

مہاراشٹرا) MH 9860172337

مکتبہ آصفی سورت گجرات GJ.7383919819

اجمالی فہرست مضامین
طریقۂ وعظ وتاثیر وعظ
تقریر وخطابت کے رہنما اصول
معین البخاری علی افتتاح البخاری

{تفصیلی فہرست}

تقریظ وکلمات تبرک:

حضرت الاستاذ مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ ومجاز حضرت محی السنہ شاہ ابرارالحق ہردوئی ؒ ومہتمم دارالعلوم اشرفیہ راندیر وشیخ الحدیث مدرسہ صوفی باغ، سورت)

باسمہ تعالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أمّا بعد!

عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم لوہاروی ۱۹۸۰ء میں بچپن کی عمر میں دارالعلوم اشرفیہ میں پڑھنے کے لئے آئے، خوب محنت سے پڑھے اور ماشاء اللہ ہر درجہ میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر فارغ ہوئے۔ پھر جامعہ ڈابھیل سے افتاء کرکے یہاں دارالعلوم اشرفیہ میں پہلے ابتدائی اور متوسط کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔ اب علیا کی اور احادیث کی کتابیں بھی ماشاء اللہ بحسن وخوبی پڑھارہے ہیں۔ اور جب سے پڑھانے بیٹھے ہیں فتاوی نویسی میں بھی مشغول ہیں مختلف ابواب کے اردو، گجراتی میں بڑے چھوٹے کافی فتاوی لکھ چکے ہیں اور ابھی بھی لکھ رہے ہیں۔ طلباء میں بھی ان کے لئے بڑی محبت وچاہت ہے۔

درس وتدریس مشغلہ کے ساتھ قرب وجوار کی مساجد ومدارس میں اور دور دراز کے اسفار میں بھی بذریعہ وعظ وارشاد اصلاح امت کے اہم کام میں لگے ہوئے ہیں۔

دراصل وعظ وارشاد کا یہ سلسلہ قدیم سے ہے، ہمارے بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔ ہمارے بعض بزرگوں نے تو اس سے بڑے اہم اہم کام لئے ہیں۔ ہماری گجراتی میں جو مولوی وعظ نہ کہتا ہو اس کو کہتے ہیں کہ આ મોલ્વી મુંગો છે. (یہ مولوی گونگا ہے)

اوران مواعظ کا سلسلہ بھی بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔اس دور میں اس طرح کے مواعظ کی اشاعت کا سلسلہ زیادہ ہوگیا ہے۔اسی سلسلہ کی ایک شاندار کڑی عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم لوہاروی کے مواعظ ہیں جو"ضرب کلیم" کے نام سے شائع ہورہے ہیں۔

دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو عزیزم کے لئے اور تمام قارئین وساری امت کے لئے نافع بنائے اور عزیزم اور اس کی ترتیب میں مدد کرنے والوں کے لئے ذریعہ نجات بنائے،آمین۔فقط والسلام

خاکپائے بزرگاں

یعقوب اشرف راندیری

(خادم اشرفیہ راندیر،سورت-۵)

۴رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

۵/جولائی ۲۰۱۱ء بروز منگل

تقریظ وکلمات دعائیہ

سیدی ومولائی، سندی ومرشدی، جامع الشریعت والطریقت، مفتی اعظم گجرات حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی وصدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

علمائے حقانی وربانی ہر زمانہ میں مختلف طریقوں سے دین اور علم دین کی اشاعت و حفاظت کی خدمت انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ جن میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ کے ساتھ وعظ وتذکیر کا بھی ایک مستقل سلسلہ ہے جو قدیم سے چلا آرہا ہے۔ بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعظ وتذکیر کا سلیقہ عطا کیا جاتا ہے لوگ ان کی تقاریر وواعظ کو شوق ورغبت سے سنتے ہیں اور فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ محب مکرم مولانا مفتی نعیم صاحب لوہاروی حفظہ اللہ ورعاہ بھی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں کئی سال سے تدریسی خدمات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اطراف وجوانب میں اپنے مواعظ سے بھی سامعین کے قلوب کو گرمانے کا کام کر رہے ہیں۔ عوام بھی آپ سے محبت و چاہت کا تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے ان ہی مواعظ کو جو آپ نے مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر تذکیر واصلاح کی غرض سے کئے ہیں آپ کے بعض شاگرد جمع اور مرتب فرما کر اس کی اشاعت بھی کرتے جارہے ہیں تاکہ ان مواعظ کی افادیت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو۔

دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو قارئین کے حق میں مفید ومؤثر بنا کر لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ کی توفیق وسعادت عطا فرمائے اور مولانا موصوف کے حق میں اس کو صدقہ جاریہ بنائے۔ فقط

املاہ: احمد خانپوری (۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ)

تقریظ

مشفق ومحسن حضرت الاستاذ مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ ومجاز حضرت شیخ زکریاؒ وشیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم، امّا بعد!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف بری کے بعد اب قیامت تک دوسرا کوئی رسول اور نبی آنے والا نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اس لئے اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کام العلماء ورثۃ الأنبیاء کے تحت علماء ربانیین کے ذمے ہے اور علماء یہ کام اپنی حیثیت کے مطابق کر رہے ہیں۔

دین کی نشر واشاعت، تعلیم، تبلیغ، تحریر، تصنیف اور تقاریر سے بھی ہو رہی ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ یہ کام لینا چاہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ خصوصی ملکہ بھی عطا فرماتے ہیں۔ ہمارے مفتی کلیم صاحب بھی میرے خیال سے انہیں خوش نصیبوں میں ہیں کہ تدریسی اور تقریری دونوں میدان کو فتح کرتے جارہے ہیں۔ دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچا کر کامل اخلاص کے ساتھ خوب ترقی کی سعادت نصیب فرمائے اور ان کے فیض سے لوگوں کو خوب مستفیض فرمائے۔

ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ

تقریظ وکلمات دعائیہ

از شیخ زادہ محترم مخدومی واستاذی

حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری مدظلہم العالی

(شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ، راندیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما، وبعد!

مشائخ اور بزرگان دین کے مواعظ کا سلسلہ اصلاح امت کی ایک قوی کڑی ہے۔ اس کی برکت سے نہ معلوم کتنے ہی لوگوں کی دل کی دنیا بدلی اور کتنوں کو راہ راست کی روشنی نے راہ یاب کیا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

اسی سلسلۃ الذہب کا ایک شاندار ورق حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب مدظلہ العالی کے بیانات کا یہ مجموعہ بھی ہے۔

مختلف عناوین پر نظر پڑی، اجمالاً دیکھنے سے ہی اس کے مفید تر ہونے کا یقین ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بار آور فرمائے اور ہم سب کو استفادے کی سعادت عطا فرمائے اور اس کد وکاوش کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے، آمین۔

از

احقر رشید احمد اجمیری

راندیر، اشرفیہ

اقتباسات

(۱) مولانا موصوف کہنہ مشق مؤلف اور بہترین مدرس ہیں انکی تقاریر و مواعظ آیات واحادیث سے مزین ہیں ہر بات کو آیات واحادیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں رد بدعت اور اصلاح معاشرہ پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔

(حضرت مولانا عبدالحق اعظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

(۲) (اس کتاب میں) مختلف طرح کے عنوانات اور اس کے تحت مندرجہ مضامین سے دل متاثر ہوتا ہے۔

(بحرالعلوم حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب محدث دارالعلوم دیوبند)

(۳) ہمارے کرم فرما جناب مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ کے مرتب کردہ مواعظ میں نے دیکھے۔ موضوعات اور عنوانات کے تنوع، تو تا گوئی بوقلمونی اور انکے تحت مندرجات سے دل بیحد متاثر ہوا استفادہ کیا انشاء اللہ یہ مجموعہ مواعظ "ضرب کلیم" خاصے کی خیر ہوگی،

(حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی صدر القراء دارالعلوم دیوبند)

(۴) مولانا موصوف تدریسی خدمات کے ساتھ تقریر کے ذریعہ تبلیغ واشاعت کے اہم کام میں مصروف ہیں زیادہ سے زیادہ لوگ انکی تقاریر سے استفادہ کرسکیں اس کے لئے انکی تقاریر کا پیش نظر مجموعہ "ضرب کلیم" زیر طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہا ہے۔ ان تقاریر میں مولانا موصوف نے بڑے سلیقہ سے عوام الناس کو مخاطب کیا ہے اور ان کے سامنے دینی تعلیم کو پیش کیا ہے۔

(حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی فاؤنڈیشن نئی دہلی)

(۵) بحمد اللہ حضرت مولانا مفتی کلیم لوہاروی صاحب خلیفہ اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" نظر سے گذرا، اپنی مصروفیت کی بناء پر مکمل طور پر تو پڑھ نہ پایا، تاہم اسکے مضامین وعناوین سے اس کی اہمیت اجاگر ہورہی ہے۔

(حضرت مولانا محمد راشد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند)

(۶) حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی استاذ حدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" دامن وقت کی تنگی اور درپیش سفر کی بنا پر پورے مجموعہ کے مطالعہ سے مستفیض نہیں ہوسکا تاہم اس کے عناوین ومضامین سے واضح ہوتا ہے کہ حیاء سنت ورد بدعات کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ پر خوب زور دیا گیا ہے۔

(حضرت مولانا سید محمود صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

(۷) موصوف گجرات کے قدیم ترین اور معروف ادارہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے استاذ حدیث اور مفتی ہیں، درس وتدریس اور افتاء کی اہم ذمہ داری کے ساتھ آپ امت مسلمہ کو اپنے رب کی تعلیم پر عمل کرنے اور زندگی کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق گذارنے کی طرف اپنے مؤثر بیانوں کے ذریعہ متوجہ فرماتے رہتے ہیں، زبان سادہ اور عام فہم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لئے یہ بیانات مفید ثابت ہوتے ہیں، احباب اور اہل تعلق کے شدید تقاضوں کی وجہ سے اب ان تقریروں کو ٹیپ سے نقل کرکے "ضرب کلیم" کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔

(مفکر ملت قائد علماء حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم)

(۸) مفتی صاحب کے مواعظ جو ضرب کلیم کے نام سے شائع ہوئے ہیں بہت پر مغز اور معلومات پر مبنی ہیں انکو پڑھنے سے معاشرہ پر اچھا اثر پڑیگا میری تمام حفاظ وائمہ مساجد اور واعظین سے گذارش ہے کہ وعظ کی اس کتاب کو پہلی فرصت میں حاصل کریں یہ کتاب اپنے

پڑھنے والوں کی اصلاح کی ضامن ہے نیز بہت سے لوگوں کو واعظ اور خطیب بنانے کی امید ہے کہ اہل علم اور واعظین انکی طرف متوجہ ہونگے۔

(حضرت مولانا مفتی شبیر احمد سیتاپوری)

(۹) "ضرب کلیم" جو حضرت مفتی کلیم صاحب لوہاروی دامت برکاتہم خلیفہ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری زید مجدہم کے خطابات کا مجموعہ ہے جس میں مفتی صاحب موصوف نے ماشاء اللہ ہر مضمون کو صاف عام فہم زبان میں سمجھایا ہے

(حضرت مولانا سلمان صاحب گنگوہی)

(۱۰) حضرت اقدس حضرت مرشدی مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ اور حضرت مفتی صاحب کے محبوب و محترم اور محبوب العام حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ العالی کا فیض آپکے ذریعہ الحمد للہ جاری ہے

(حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب دامت برکاتہم ٹیکہ بڑی پوسٹ خادم خاص حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری)

(۱۱) محبی فی اللہ جناب مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر ان دونوں پہلوؤں کو زندہ رکھا اور اسی حوالے سے کئی قدر صلاحیت نمایاں ہوتی ہیں، مولانا کے مواعظ میں علمی رنگ اور جذبات کا آہنگ پایا جاتا ہے، امید ہے کہ دو جلدوں پر مشتمل مولانا کے ان خطبات کے مجموعہ سے امت کو نفع پہنچے گا اور مولانا کے لئے یہ ذخیرہ آخرت ثابت ہوگا۔

(حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۔ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

(۱۲) مکرم و محترم حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ العالی کی تقریروں کو ان کے تلامذہ نے ضرب کلیم کے نام سے شائع کیا ہے، وہ پراثر پرفوائد کی

پیش لفظ

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوٰۃ والسلام علی سید

الانس والجان محمد والہ واصحابہ وذریتہ الی یوم الدین۔ اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ اور قوموں کے افہام وتفہیم کے لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فصاحت وبلاغت کے وصف خاص سے متصف فرمایا خصوصاً نبی کریم ﷺ کو سید الفصحاء والبلغاء بنا کر مبعوث فرمایا کہ جن لوگوں نے تعصب وعناد وتکبر وحسد سے دور رہ کر آپ کا کلام سنا وہ آپ کی غلامی کو قبول کئے بغیر نہ رہ سکا۔ جس کے ہزاروں واقعات شاہد عدل ہیں۔ نبوت آپ پر ختم ہوگئی لیکن علم نبوت باقی ہے اور اس کی روشنی قیامت تک باقی رہے گی۔ اور انسانیت اس سے اپنی ظلمت وتاریکی کو دور کر کے نور ہدایت حاصل کرتی رہے گی۔ سلسلہ نبوت کو قیامت تک جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں علماء حقانی پیدا فرمائے جو اپنی تقریر وخطابات تصنیف وتحریر کے ذریعہ امت کو سیراب کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے مدارس دینیہ میں اسی اہم مقصد کے لئے انجمنیں قائم ہیں جن میں ہفتہ واری اجلاس میں طلباء مشق وتمرین کے ذریعہ اپنی مافی الضمیر کو ادا کرتے ہیں تاکہ مستقبل میں اس امانت (علم نبوت) کو امت کے ہر طبقہ تک پہنچا پائیں۔ رسال کے اختتام پر طلباء کی ہمت افزائی کے

لئے اختتامی وانعامی اجلاس بھی منعقد کئے جاتے ہیں، بہت سے اہل مدارس اپنے حسن ظن کی بناء پر احقر کو مدعو کر لیتے ہیں، جس میں کچھ گذارشات بعض مدارس میں پیش کی گئی ان میں سے بعض محفوظ ہو گئیں۔

محب گرامی عزیز القدر مفتی عبد القیوم اورنگ آبادی نے ان کو قلمبند کر کے کتابت وتخریج بھی فرمائی، اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل وصحت میں خوب خوب برکت عطا فرمائے۔

نیز رفیق محترم حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب ناڑاسوری نے نظر ثانی فرما کر ممنون فرمایا، اسی طرح قاری اسماعیل صاحب سورتی نے تصحیح فرمائی، جزاک اللہ، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس جز کو قبول فرمائے اور احقر کے والدین واساتذہ ومشائخ کے لئے صدقۂ جاریہ وذریعۂ مغفرت ونجات بنائے، آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ۔

العبد:

محمد کلیم لوہاروی

خادم الحدیث والافتاء دار العلوم اشرفیہ راندیر سورت

۲۴۔ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۶ھ

۱۴۔ اپریل ۲۰۱۵ء بروز منگل

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

حضرت مفتی صاحب کے خطبات الحمد للہ متعدد جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں بہت سے اکابرین نے اسے دلچسپی سے پڑھا اور بہت سراہا اور خطیب ومقررین حضرات کے لئے اسے بہترین تحفہ قرار دیا۔

دوران ترتیب حضرت والا کے کچھ بیانات ایسے سامنے آئے جو مدارس میں ہوئے ہیں جس میں بہت سی باتیں علماء وطلباء کیلئے ہوتی ہیں جس کی وجہ سے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اسے مستقل رسالہ کی شکل دی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ استفادہ ہوسکے۔ چنانچہ حضرت والا نے اس کی اجازت عطا فرمائی۔ اور اس کا نام "انمول تحفہ برائے طلبۂ مدارس" تجویز کیا گیا۔

اس رسالہ کی ترتیب وتخریج تعارف شخصیات وعناوین میں احقر کے علاوہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب ناڑاسوری (مدرس مدرسہ عمر فاروق، سورت گجرات) ومفتی عبدالعزیز ہمت نگر (فاضل: دارالعلوم اشرفیہ) نے کافی حصہ لیا۔ نیز استاذ محترم قاری اسماعیل صاحب سورتی نے تصحیح فرمائی۔ اور دیگر حضرات کا بھی تعاون شامل حال رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

چونکہ یہ رسالہ حضرت کے سلسلہ مواعظ کی ایک کڑی ہے اس وجہ سے اکابرین کی

تقریظات جو"جواہرِ علمیہ" میں ہیں بطور برکت کے اس رسالہ میں رقم کردی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ زیر نظر اس جدید مجموعہ کو اور دوسرے ایڈیشن کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور حضرت والا کا سایۂ عاطفت ہم پر امن وامان کے ساتھ قائم فرمائے، اور اس کاوش کو قبولیت سے نوازیں۔(آمین)

طالب دعا:

عبدالقیوم محمد عثمان، اورنگ آبادی

۱۷۔جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ

۷۔اپریل ۲۰۱۵ء،بروز منگل

حسنِ تاثر

نتیجۂ فکر: ولی اللہ ولی، قاسمی بستوی

بر کتاب مستطاب "جواہر علمیہ معروف بہ ضرب کلیم" افادات:
جناب حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب لوہاروی

عالم و فاضل، مقرر ہیں، یہ مولانا کلیم	اشرفیہ راندیر سورت کے ہیں استاذ قدیم
یہ مدرس بہترین ہیں، اور ہیں اچھے خطیب	زندہ جاویدان کا ہے شاہکار "ضرب کلیم"
اس میں پوشیدہ بڑے ہیں قیمتی لعل و گہر	پڑھنے والوں کو سکھاتی ہے خطابت کا ہنر
اس کو پڑھ کر سیکھنا چاہے خطابت کا جو فن	وہ خطابت کے جہاں میں پائے گا فتح و ظفر
ان کا تقریر و خطابت کا عجب انداز ہے	مثنوی پڑھتے ہیں، رومی کا ہی سوز بیاں ہے
بر سر اسٹیج جب آتا ہے چھا جاتا ہے یہ	یہ خطابت کے جہاں میں، یکہ و ممتاز ہے
جذب و مستی میں پڑھا کرتا ہے جب اشعار یہ	بر سر اجلاس ہو جاتا ہے گوہر بار یہ
یہ بیاں کرتا ہے تقریروں میں علمی نکات	اور شعروں کی جھڑی کر دیتا ہے بھرمار یہ
ہے ولی ضرب کلیم، اک ہے کتاب مستطاب	جو خطابت کے جہاں میں ہو گئی ہے لاجواب
کامیاب اس کے مرتب ہیں یہی مفتی کلیم	ہو رہی ہے جن کی ہر تقریر علمی با صواب

طریقۂ وعظ وتاثیر وعظ

حضرت مفتی کلیم صاحب لوہاروی دامت برکاتہم

کا یہ بیان (دارالعلوم مرکز اسلام، انکلشور) میں ہوا۔

طریقہ وعظ و تاثیر وعظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم الرحمن علم القران خلق الانسان علمہ البیان وقال تعالی اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم و عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال وان من البیان لسحرا[1]

خدا در انتظار حمد ما نیست	محمد چشم بر راہ ثنا نیست
محمد حامد حمد خدا بس	خدا مدح آفرین مصطفی بس

وقال اللہ تعالی فی شان حبیبہ ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما (سورۃ احزاب آیت ۵۶)

گرامی قدر حضرات مشائخ عظام قابل صد احترام اساتذہ کرام، عزیز طلبہ کرام! حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے کلمات تشکر ادا کئے ان کی وسعت ظرفی کی علامت اور دلیل ہے ورنہ حق یہ ہے کہ ہمیں ان کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے اپنی برادری سے بات کرنے کا موقع ان اساتذہ کی موجودگی میں فراہم کیا۔

میرے بھائیو! اتنی بات تو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور ایک مسلم حقیقت ہے کہ دنیا میں کسی بھی فن میں کسی بھی ہنر میں چاہے وہ دنیوی فن ہو چاہے دینی علم، بغیر محنت، جدوجہد، کد وکاوش کے انسان کو اس علم و فن میں مہارت حاصل نہیں ہو سکتی جتنی

۱؎ عن صخر بن عبد اللہ بن بریدۃ ؓ عن ابیہ عن جدہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان من البیان لسحرا وان من العلم جہلا وان من الشعر حکما وان من القول عیالا رواہ ابوداؤد فی کتاب الادب باب ما جاء فی الشعر ص ۶۸۴ مشکوۃ رقم ۴۸۰۴

ایک قیمتی چیز ہے، بے قیمت ہے، ایک لمحہ اس کی ہے اگر ضائع ہو جاتا ہے تو تمام
عمر تو بے قیمت چیز ہے، لیکن ایک لمحہ جب ضائع ہوتا ہے، اس کے لئے کتنی محنت کرنی
پڑتی ہے جب کہ وہ ضائع ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ علم جس کے حاصل ہونے پر انسان سے طاقت
قبول کرنے پر دنیا و آخرت کی فلاح و بہبودی کا حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اس
کے حبیب مکرم دو عالم ﷺ کی طرف سے متعدد بشارتیں منقول ہیں تو ایسے علم
کے لئے کتنی محنت کی ضرورت ہوگی۔

علوم دینیہ کے مختلف شعبے:

یہ علوم دینیہ مختلف شعبہ جات پر منقسم ہے، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول
حدیث، فقہ، اصول فقہ، اس کے علاوہ نحو، صرف، منطق، بلاغت وغیرہ ان سب شعبوں
پر ہماری دینی جدوجہد منقسم ہے۔ ہمارے مدارس کا ایک اہم جزو شعبہ ''شعبۂ تحریر
و تقریر'' بھی ہے۔ انسان تحریر کی لائن میں ہو یا تقریر کی لائن میں ہو، بغیر محنت
کے انسان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہم لوگ عربی اول کے اندر چھوٹی سی کتاب پڑھتے
ہیں نور الایضاح لیکن شاید بہت کم توجہ ہوتی ہے اس بات پر کہ اس کے مقدمہ کو ہم
پڑھیں، نور الایضاح کا ایک چھوٹا سا مقدمہ ہے جس کو علامہ شرنبلالی صاحب نے لکھا
ہے، انہوں نے اس میں ایک پانچویں فصل قائم کی ہے: ''الفصل الخامس في الوصايا''
پانچویں فصل میں لکھا، کچھ نہایت اہم اور قیمتی نصائح ہیں، فرماتے ہیں: ''يابني اعلم ان
الامور الدينية باسرها تتوقف على امرين'' اے میرے پیارے بیٹے! علوم دینیہ کا
حاصل کرنا دو امور پر موقوف ہے۔ الاول: ''الاجتهاد في تحصيلها وقطع النظر
عما سواها'' یعنی پہلی چیز علوم دینیہ کو خوب محنت اور جدوجہد سے حاصل کرنا، اور اس کے علاوہ

ساری چیزوں سے اپنی نگاہوں کو پھیر لینا۔ ''لان العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک'' اس لئے کہ علم تجھے اپنا بعض حصہ اس وقت تک نہیں دے گا، جب تک کہ تو اپنی پوری پوری محنت اس کے پیچھے نہ لگا دے۔ انسان اپنے بدن کی پوری صلاحیت، دل ودماغ کی صلاحیت جب تک اس کے پیچھے نہیں لگا تا ہے، علم کا کوئی قطرہ اور ذرہ اس کے ہاتھ نہیں آتا ہے۔ ''وقطع النظر عما سواہ'' علوم دینیہ کے علاوہ ساری چیزوں سے صرف نظر، ایک چیز کو نہیں حاصل کرنا ہے، محنت جدو جہد۔ اور دوسری چیز جس سے ہمیں بچنا ہے، وہ ہے علم کے منافی چیزوں سے احتراز۔ علم کے سلسلہ میں ہمارے اکابرین نے کتنی محنتیں کیں۔ ایسے واقعات ابتدائی سالوں میں بھی ہم سنتے ہیں، ایک واقعہ عرض کرتا ہوں!

حصول علم کے لئے اکابرین کی جدوجہد:

امام مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک حدیث کی تلاش میں مشغول تھے، ان کے قریب کھجور کی ٹوکری رکھی ہوئی تھی، اور کھا رہے تھے، لیکن اشتغال اتنا بڑھا ہوا تھا کہ انہیں اندازہ نہیں ہوا کہ اب مجھے بس کر دینا چاہئے، کھانا حد سے زیادہ ہو گیا، بدہضمی کا شکار ہو گئے، اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت شوگر وغیرہ کی بیماری نہیں تھی، ممکن ہے کہ زیادہ کھجور کھانے کی وجہ سے شوگر بھی بڑھ گئی ہو، یہ تو اس زمانے کے لوگ ہیں جب خیر کا دور تھا، امام محمدؒ کے متعلق ہے کہ ایک باندی مقرر تھی، جو ان کے بدن پر رات میں ٹھنڈا پانی چھڑکا کرتی تھی، پوری رات کتابوں کے مطالعہ میں، کتاب وحدیث سے مسائل استنباط کرنے میں مشغول رہتے تھے، دیکھئے علم کی طلب کتنی کہ ایک باندی اس لئے مقرر کی تھی کہ بدن میں سستی آتی ہے تو ٹھنڈا پانی چھڑک کے سستی کو دور کر دیا جاتا،

اور پھر آپ مطالعہ میں مشغول ہوجاتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں؟ ذرا اپنے نفس پر بھی رحم کریں، تو جواب دیا کہ لوگ اس بات پہ اطمینان کئے ہوئے بیٹھے ہیں کہ اگر کوئی دینی مسئلہ پیش آئے گا تو ہم ان سے پوچھ لیں گے، اگر میں بھی سو جاؤں تو اس امت کا کیا حال ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ۹۹۹ کتابیں امام محمدؒ نے لکھی ہیں تو جب تک میرے بھائیو! ہم محنت نہیں کریں گے تو ہم سے کچھ بات بھی نہیں ہوگی۔ اگر بغیر محنت کے یہ سوچیں کہ بڑے علامہ بن جائیں" یہ خیال است و محال است و جنون" یہ ایک خیال ہے، ایک ناممکن بات ہے اور ایک پاگل پن ہے۔

ہمارے بزرگوں میں عجیب حضرات گذرے ہیں کہ انہوں نے اتنی محنتیں کی ہیں کہ ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب[1] کی "آپ بیتی" ہم پڑھتے ہیں، ہر طالب علم اور عالم کو حضرت کی "آپ بیتی" پڑھنی چاہئے۔ حضرت فرماتے ہیں: زندگی کا اکثر وبیشتر حصہ میرا ایسا گذرا کہ راتوں میں ہم سوتے نہیں۔ حضرت شیخ کی کا جو یہ لکھا ہے کہ بھی مطالعہ میں اتنے مشغول ہوتے تھے کہ یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ چوٹ لگی یا نہیں۔ حضرت کی بہن آتی اور منہ میں لقمے دیتی اور اسی دوران آپ کا مطالعہ بھی جاری رہتا، تب جا کر شیخ بنے۔ آج حضرت شیخ کہلاتے ہیں، ان کی کتابیں عمومی طور پر فضائل اعمال پوری دنیا میں پہونچی، علماء کے درمیان ان کی کتابیں "اوجز" "لامع" وغیرہ بھی معروف ومشہور ہیں، بہرحال اتنی محنتیں کی ہیں۔ ہمارے مرشد اول حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا بھی یہی معمول تھا کہ رات رات بھر مطالعہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مسئلہ کی تلاش میں اتنے مشغول رہے کہ آنکھ پر اثر آگیا، ڈاکٹر کے پاس گئے تو

[1] شیخ زکریا کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو [illegible]

ڈاکٹر نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس آنکھ پر پریشر آگیا ہے، ڈاکٹر تو یہی سمجھا پریشر آگیا، پریشر کس کا؟ کثرت مطالعہ کا چنانچہ اس کی وجہ سے ایک آنکھ چلی گئی، چند دنوں کے بعد دوسری آنکھ کی بینائی بھی ختم ہوگئی، حضرت فرماتے تھے، اللہ کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے آنکھیں دی تھیں، ان آنکھوں سے کچھ نہ کچھ کام لیا ہے، تو ان حضرات نے محنت کر کے دنیا کے سامنے ان اسلاف کی یاد تازہ کردی۔

اس لئے میرے بھائیوں! بغیر محنت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے، شاعر نے کہا

بقدر الکد تکتسب المعالی   من طلب العلی سهر اللیالی

حضرت مولانا شیخ محمد رضا اجمیری صاحبؒ کا واقعہ[1]:

لیکن ہر چیز کی محنت اگر ڈھنگ سے کی جاوے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے، ایک دو باتیں اور یاد آگئیں، دارالعلوم اشرفیہ راندیر گجرات کا قدیم ادارہ ہے، اور اس کے سابق شیخ الحدیث سیدی ومولائی مولانا محمد رضا اجمیری جن سے میں نے بخاری، مسلم، جلالین سب پڑھی ہے، حضرت شیخ نے ہمیں ایک واقعہ سنایا تھا، اجمیر میں ہم لوگ پڑھتے تھے، تو امتحان کا موقعہ آیا، غالباً میری اس زمانہ کی جو کاپی ہے ۱۹۸۸ء کی اس میں بھی یہ بات لکھی ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ امتحان کے زمانہ سے پہلے پہلے ہمارے چند ساتھی ایسے تھے کہ انہوں نے طے کر رکھا تھا کہ جب تک سبق یاد نہ ہو وہاں تک ہم کھانا نہیں کھائیں گے، چنانچہ بعض ساتھی ایسے ہوتے تھے کہ سبق یاد نہ ہوتا تو ان کا کھانا پڑا رہتا تھا لیکن وہ کھانا نہیں کھاتے تھے، امتحان کا موقع آگیا طلبہ نے مطالعہ شروع کیا، اس وقت الحمد للہ بخاری ثانی کا امتحان دینا تھا، تو ایک جلد کے متعلق مجھے یاد ہے کہ بخاری کی جلد ثانی مکمل ہم

[1] حضرت مولانا محمد رضا اجمیری کے حالات ''جواہر علمیہ'' دوسری جلد میں ملاحظہ ہو۔

دن میں میں نے دیکھ لی تھی، اور جلالین کا ۲ دن میں مطالعہ کر لیا تھا، اس وقت یعنی طالب علمی کے زمانہ میں۔ ابھی اس سے قبل اکل کو جانا ہوا تھا، یہی انجمن کے اجلاس میں تو ایک دوست بتلا رہے تھے، میں کسی بیرونی ملک کی ویزا کیلئے ایم، بی، سی میں لائن میں کھڑا ہوا تھا، ہمارے استاذ الاساتذہ مفتی سعید احمد پالنپوری مدظلہ العالی جو دارالعلوم اشرفیہ میں ۹ سال پڑھا کر گئے ہیں، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لائن میں کھڑے ہوئے ہیں اور کتاب ہاتھ میں ہے، ۳ گھنٹہ مسلسل کتاب دیکھتے رہے جب میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت یہ لوگ جھگڑ رہے تھے، آپ کو کچھ پتہ نہیں، تو فرمایا میں مطالعہ میں اتنا منہمک تھا کہ میں نے اس طرف توجہ نہیں کی، کون لڑ رہا ہے کون بکواس کر رہا ہے، یہ ہمارے علماء کرام و اکابر جو اس وقت موجود ہیں ان کی محنتوں کا یہ حال ہے، میں نے ان کی زبان سے یہ بات سنی، میں دارالعلوم اشرفیہ میں جب پڑھاتا تھا تو ۹ سال میں سے آٹھ سال میرا معمول رہا کہ روزانہ ۵۰۰ صفحات کا مطالعہ کرتا تھا، آج تو ۵ صفحہ بھی ہم اساتذہ ہو کر بھی ہم سے مطالعہ نہیں ہوتا، اس لئے ضرورت ہے جب تک محنت نہیں کریں گے، یہ تمام فنون، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، اسی طرح وعظ و نصیحت، بغیر مطالعہ کے حاصل نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان[1] صاحبؒ جلال آبادی کا فرمان:

حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ فرماتے ہیں: سب سے مشکل ترین فن

---

[1] حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی کے حالات "جواہر خمیلہ" ج ۱ ص ۱۱۰

فتاویٰ نویسی کا فن ہے، فتویٰ کی دنیا ایسی ہے کہ اس میں لوگ ہر قسم کا سوال پوچھتے ہیں، عقائد کے باب کا، عبادات کے باب کا، معاملات کے باب کا، عجیب عجیب سوالات کرتے ہیں، اس لئے "تبحر فی العلم" اور "رسوخ فی العلم" کی ضرورت ہے اور دوسرا نمبر اس سے آسان لیکن وہ بھی کچھ مشکل ہے وہ "درس وتدریس" ہے۔ تیسرے نمبر کا اس سے بھی آسان، وہ وعظ وتذکیر ہے۔ اس لئے کہ وعظ اور تقریر کے لئے علم کی گہرائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ درس وتدریس میں تو "ما لہا وما علیہا" کا جاننا ضروری ہوتا ہے، اور فتاویٰ میں تو سارے علوم پر دسترس ہوتی ہے، اور چوتھے نمبر پر سب سے آسان چیز جس میں کسی علم کی ضرورت نہیں ہوتی وہ ہے کسی پر اعتراض کرنا۔

اعتراض کرنا:

امام ابو یوسفؒ کے درس میں ایک طالب علم خاموش رہتا تھا، حضرت نے فرمایا سب لوگ سوالات کرتے ہیں آپ کیوں خاموش رہتے ہو، آپ بھی کچھ پوچھا کرو، اس طالب علم نے حضرت سے ایک دن پوچھا حضرت! روزہ دار کو روزہ افطار کب کرنا چاہئے؟ حضرت نے جواب دیا جب سورج غروب ہو جائے اس وقت افطار کر لیا جائے اس نے کہا کہ اگر کسی دن سورج غروب ہی نہ ہو، امام یوسف نے فرمایا تیرا خاموش رہنا ہی اچھا ہے، اس لئے بعض دفعہ اعتراض ایسا ہی ہوتا ہے اس کا سر اور پیر نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ سب سے آسان چیز ہے، لیکن تین چیزوں میں سے سب سے آسان وعظ وتذکیر وتقریر کا فن ہے، لیکن اس کے باوجود بھی ہمارے وعظ میں، ہماری تقریر میں اس وقت تک جان نہیں آسکتی جب تک کہ اس میں محنت نہ کریں!

تقریر کیسی ہو؟

تقریر کیسے کرنی چاہیے؟ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:
سب سے اچھی تقریر وہ ہے جس کے اندر قرآن و حدیث کی بات ہو۔ آپ جہاں بھی جائیں،
جس مجمع میں بولنا ہو چاہے، وہ دوسرے خیال کا مجمع ہو یا مخالف گروہ کا ہو کسی بھی قسم کا مجمع
ہو، بشرطیکہ وہ ایمان والے ہوں، ان کے سامنے قرآن و حدیث کی صحیح بات بیان کریں
تو کوئی آدمی اعتراض نہیں کرسکتا ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ آج ہم لوگ اپنی تقریروں میں
بہت سی مرچ مسالہ من گھڑت باتیں، ایسے موضوع ضعیف روایتیں پیش کرتے ہیں جس
کا کوئی وجود بھی نہیں ہوتا، نہ کسی کتاب میں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ اسلئے ایک سنت کا اہم
ماحول بنائیں۔ ایک آسان بات بتاتا ہوں، الحمد للہ میرے لئے ایسی نفع بخش ہوئی۔ اور
آپ حضرات کے لئے بھی، اچھی تقریر کرنا ہو تو اس کے لئے سب سے پہلے ہم ایک
موضوع متعین کرے، مثلاً ایمان کے متعلق ہمیں تقریر کرنی ہے تو سب سے پہلے قرآن
پاک کے اندر ایمان کے متعلق جو آیات ہیں، ان آیات میں سے کسی آیت کا یا دو چار
آیتوں کا انتخاب کریں۔ احادیث پاک میں ایمان کی کیا تشریح آئی ہے، مثلاً ہم مشکوٰۃ
پڑھتے ہیں، بخاری، مسلم میں حدیث جبرئیل میں ایمان کی کیا حقیقت بتائی، ایمانیات
کے کتنے اجزاء ہیں، ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالرسل، ایمان بالکتب، ایمان با
لقدر، ایمان علی البعث۔ اب ان اجزاء کی تشریح دیکھیں۔ ایمان باللہ میں کیا چیزیں
داخل ہیں، مثلاً اللہ کو ایک ماننا، صفات، تصرفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، قرآن میں
ان چیزوں کو جس طرح بیان کیا گیا ہے جتنی کی صورتیں ہیں، ان صورتوں میں بار بار توحید
رسالت بعث بعد الموت عجیب و غریب مثالوں سے حق تعالیٰ نے سمجھایا ہے تو جیسے

مسئلہ کو ہمیں ثابت کرنا ہو، قرآن کے ایک رکوع، دو رکوع تلاوت کرلو، آدھا گھنٹہ تو آپ کی اسی پہ تقریر ہو جائے گی، اور قرآن سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں ہو سکتی، اسکا ترجمہ کرو، اچھے انداز میں قرآن پاک پڑھو، قرآن ہمیں کیا سبق دیتا ہے؟ اللہ کو ایک جانو، اسکا شریک نہ ٹھہراؤ، شرک کرنے والوں کی کیا مثال بتلائی گئی؟ توحید، ایمان پہ عمل کرنے والوں کی کیسی مثال بیان کی، ان کے لئے کیا اجر وثواب ہے، جو شرک اور کفر میں چلتے ہیں، ان کے لئے کیا وعیدیں منتخب ہیں؟ یہ انتخاب کرلیں، ایک جمعہ ہم کسی مسجد میں جائیں، تو پہلی تقریر توحید پہ ہو، ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالملائکہ، یہ کس طریقے سے ہو، ان کے لئے آسان شکل یہ ہے کہ حدیث کی کتابیں تو ہم پڑھتے ہی ہیں، اگر عربی شروحات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، تو حضرت مولانا منظور نعمانی کی معارف الحدیث کو مطالعہ میں رکھیں، اور جس آیت کا ہم انتخاب کریں، تفسیر کیلئے حضرت مفتی شفیع صاحب[۱] کی "معارف القرآن" کا مطالعہ کریں، حضرت مولانا یعقوب صاحب ماروی مدظلہ العالی مجھ سے فرمارہے تھے، کہ حضرت شیخ محمد رضا اجمیری نے مجھ سے فرمایا، کہ معارف القرآن کا بالاستیعاب پورا مطالعہ کرلو، اور میں خود بھی اپنے دوستوں سے یہ کہتا رہتا ہوں، جو فارغ ہوتے ہیں، ہر ایک کو تو تفسیر وحدیث کی تدریس کا موقع نہیں ملے گا، کم از کم اپنے پاس جو ہدیہ میں مدرسہ کی طرف سے کتابیں دی جاتی ہے انمیں عموماً یہ دو کتابیں آج کل زیادہ چل رہی ہیں، نہ ہو تو اس کو خرید لیں، کم از کم روزانہ ایک سورت، ایک رکوع، دو رکوع کی تفسیر دیکھیں، اور ہو سکے تو مسجد کے اندر دیکھ کر ہی پڑھ کر سنائیں تو قرآن پاک کے علوم سے تعلق اور نسبت ہمیں حاصل ہو جائے گی، یہ بات یاد رکھیں، کہ مقرر حضرات جو

---

[۱] حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب کے حالات "جواہر مفتی" ج ۱ ص ۱۴۵

کا ایک ڈھنگ اور طریقہ ہے، قرآن، وحدیث، تاریخ، سیرت اور ہمارے اکابرین کے خطبات، مواعظ، ملفوظات، ہمارے مطالعہ میں رہنا چاہئے، آپ سوچیں گے کہ اتنا سارا بوجھ ہم کہاں سے لیکر چلیں۔

مطالعہ کا آسان طریقہ:

بہت آسان ہے، میں شروع سالوں میں کئی سال سے اپنے پڑھنے والے دوستوں سے یہ بات کہتا ہوں، اور اللہ کے فضل سے اس کا فائدہ بھی محسوس ہوتا ہے، کہ سال کی ابتداء میں تمام طلباء، جو میرے پاس آتے ہیں، ان کے گھنٹے ہوتے ہیں، ان کا ایک نظام الاوقات بنواتا ہوں، ایک پرچہ اپنے پاس رکھتا ہوں، ایک پرچہ ان کی کاپی میں محفوظ کرواتا ہوں، اس میں پورے صبح صادق سے لیکر ۲۴ گھنٹہ تک کا نظام الاوقات انہی میں سے تم اپنی سہولت سے ایک نظام الاوقات بناؤ، ایک نظام ہمارا وہ ہے، جو مدرسہ کی طرف سے متعین ہوا ہے، صبح کے چار گھنٹہ، دوپہر کے دو گھنٹہ، مغرب عشاء بعد، اس میں تو ہمیں درسی کتب کا مطالعہ کرنا ہیں، درس کی حاضری دینا ہے، اس کے علاوہ ہمارے پاس کتنا وقت ہے جو زائد ہوتا ہے، لیکن ہم اس وقت کو اسی طرح گنوا دیتے ہیں، سب سے زیادہ بے وقعت چیز ہم طلبہ کی بربادی میں آج وقت ہو چکا ہے۔ سفیان ثوری[1] جارہے تھے، چند نوجوانوں کو دیکھا کہ گپ شپ ہانک رہے ہیں، ادھر ادھر کی فضول باتوں میں مشغول ہیں، افسوس کے ساتھ کھڑے ہوگئے، فرمانے لگے، یہ لوگ کیسے ہیں، کاش وقت کوئی خریدنے کی چیز ہوتی تو ہم ان سے خرید لیتے، اور ان کو پورا پیسہ ادا کردیتے، ہمارے پاس اتنے کام ہیں، کہ ان کاموں کے لئے ہمیں وقت نہیں ملتا ہے

---

[1] سفیان ثوریؒ کے حالات "ترجمہ فیہ" ج اص میں ملاحظہ ہو۔

اور ان کے پاس اتنا وقت ہے کہ ان باتوں میں گذار رہے ہیں، اور اس کو کام میں نہیں لگاتے، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وقت ایک تلوار ہے، اس سے جو کاٹنا ہو کاٹ لے، یعنی اس سے جتنا فائدہ اٹھانا ہو، فائدہ اٹھالے، اگر تو اس سے نہیں کاٹے گا، تو یہ تلوار ایسی ہے جو خود تجھے کاٹ کر رکھ دے گی، یعنی: یہ زندگی کے قیمتی مرحلے اور لمحات ختم ہو جائیں گے، پھر کبھی ہاتھ آنے والا نہیں، حضرت مولانا شیخ محمد زکریا اپنی مجلس میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی

گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی۔

یعنی گھڑی جب گھنٹہ بجاتی ہے، تو پکارتی ہے کہ تیری زندگی کا ایک لمحہ ختم ہو چکا ہے، اس سے عبرت حاصل کر، اس لئے انگریزوں کے یہاں مقولہ مشہور ہیں، Time is Gold "وقت تو ایک سونا ہے" جس کے پاس سونا ہو جو خریدنا چاہے خرید سکتا ہے، عرب لوگوں نے تو اس سے بڑھ کر جملہ کہا "الوقت ھو الحیاۃ" وقت نام ہے زندگی کا۔ جو لوگ اپنے وقت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ زندہ ہیں، اور وقت کو ضائع کرنے والے مردہ ہیں، اس لئے میرے بھائیوں! ہم اپنے اوقات کا ایک نظام الاوقات بنائیں، مدرسے کے اوقات تو ہمارے سب مرتب ہیں، مثلاً: ہر طالب علم خصوصاً دورہ و مشکوۃ، ھدایہ کے بڑے طلباء جو ہیں، اس کا اہتمام کریں، صبح صادق سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھنے کا نظام بنائیں، اپنا پرچۂ نظام الاوقات بنائیں، اور ہمارے جو اساتذہ ہیں، جن سے آپ کا تعلق ہے، ربط ہے، ان سے اپنا تعلق رکھیں، اور کہیں کہ آپ ہماری نگرانی کرتے رہیں، ہم اپنا نظام الاوقات آپ کو بتلاتے ہیں صبح صادق کے وقت آپ اٹھ گئے، وضو کرلیا، چند رکعت پڑھ لی، اللہ

سے خوب دعائیں کرلیں۔ اب اس کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرلیں۔

قرآن کی تلاوت کا آسان طریقہ:

جو حافظ ہیں۔ وہ تین پارے پڑھیں۔ آپ کہیں گے ہم تو بہت مشغول رہتے ہیں، تین پارے کہاں سے پڑھیں گے۔ بہت آسان ہے، فجر کی اذان سے لیکر جماعت تک وقت ملتا ہے، آپ حافظ ہیں تو ۲۰ منٹ میں پارہ پڑھ سکتے ہیں، ایک پارہ آپ نے پڑھ لیا، ایک پارہ ظہر کی چار رکعت سنت میں پاؤ پاؤ کرکے پڑھ لو، بعد کی سنت میں اور نفل میں پاؤ پاؤ کرکے پڑھ لو، آدھا پارہ ظہر میں ہو گیا، عصر کی اذان ہوئی، جلدی سے مسجد پہنچ جاؤ، چار رکعت سنت پڑھو، اگر دس منٹ ہے تو آدھا پارہ ہوگا، کم از کم پاؤ پارہ تو ہو ہی جائے گا۔ مغرب کے بعد سنت اور نفل پڑھتے ہیں، آدھا پارہ، پاؤ پاؤ اس میں پڑھ لو، عشاء سے پہلے پہنچ جاؤ، ۴ رکعت سنت پڑھو، اور اس میں پڑھ لو، عشاء کے بعد سنت، وتر، نفل اس میں پڑھ لو، آپ اپنے معمولات بنا لیں گے، الغرض آسان ہے، دیکھو تین پارے اس طرح ایک حافظ روزانہ پڑھ سکتا ہے۔

غیر حافظ کیلئے قرآن کی تلاوت کا طریقہ:

جو حافظ نہیں ہیں ان کے روزانہ ایک پارہ تلاوت کا معمول ہونا چاہیے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم بس بڑے شوق سے پڑھ جاتے ہیں، لیکن جب کسی سے پوچھا جاتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کا کیا معمول ہے، کہتے ہیں کہ بہت دن ہوگئے کچھ پڑھا نہیں، زیادہ سے زیادہ سورۂ یٰسین پڑھ لی، کوئی نظام نہیں ہے۔

نظام الاوقات ضروری ہیں:

ابوداؤد کی شروحات میں لکھا ہے کہ ایسے بھی اکابرین گذرے ہیں جن کا روزانہ آٹھ مرتبہ قرآن پاک ختم کرنے کا معمول تھا، روزانہ آٹھ مرتبہ۔ بہرحال بتلانا یہ ہے کہ اس طرح ایک نظام بنائیں، آپ دوپہر میں کھانے سے پہلے جب مدرسہ کی چھٹی ہوجاوے، تو دس منٹ فقط مطالعہ کے لئے نکالے، مثلاً: حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب کی کتاب ہم نے لی "تاریخ دعوت وعزیمت" پہلی جلد، دس منٹ ہمیں اس کا مطالعہ کرنا ہے، اگر یہ کتاب تین سو صفحات کی ہیں، اور دس منٹ میں ہم دس صفحہ مطالعہ کرسکتے ہیں، ایک مہینہ میں پورے ڈھائی سو تین سو صفحات کی کتاب ختم ہوجائے گی۔

تفریح کے وقت ذکر کے معمولات:

ای طرح عصر کے بعد خصوصاً تفریح کے لئے جارہے ہیں، اس وقت اپنے ہاتھ میں تسبیح ہو، نکلتے ہیں تبھی ہوں زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو، اور کہیں بیٹھ گئے تو ساتھ میں کوئی چھوٹی سی کتاب ساتھ لے جاؤ، دو چار ساتھی ہیں، ایک پڑھے دوسرا سنیں، ایک کتاب تفریح میں دو چار آٹھ دن میں ختم ہوجائے گی، لیکن یہ سب کس کے لئے ہے، جو کرنا چاہے۔

طلباء کرام کیلئے سب سے مضر چیز "اختلاط":

لیکن آج سب سے زیادہ مضر چیز جو ہمارے لئے ہے، وہ آپس کا اختلاط ہے، مختارات کے اندر ایک مضمون ہے جس میں ایک بڑا اچھا جملہ لکھا ہے۔ "خیر الجلیس کتاب" بہترین دوست کتاب ہے۔ آج ہمارا سب سے زیادہ قیمتی ٹائم جو گیا ہے اور

آپ ہی کے دوستوں نے! حضرت مولانا شیخ محمد زکریا کے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب فرماتے تھے کہ جس طالب علم کو دوستی کی عادت ہو، چاہے کتنا ہی ذہین ہو اس کو علم حاصل نہیں ہو سکتا ہے، اور فرماتے تھے جس طالب علم میں دوستی کا مرض نہ ہو، دوستی سے دور رہتا ہو، اس طالب علم کو اللہ علم سے نوازتے ہیں، چاہے وہ کتنا ہی غبی کیوں نہ ہو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میری تربیت والد صاحب نے کی جیسے ایک کنواری لڑکی کی کی جاتی ہے کسی ساتھی سے بات کرنے کی اجازت نہیں تھی، ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں کسی ساتھی کے پہلو میں کھڑا رہتا، اور عصر کی نماز میں بھی اتفاق سے اسی ساتھی کے پہلو میں کھڑا رہتا تو نماز توڑ کر دوسری جانب چلا جاتا کیونکہ اس پر بھی باز پرس ہوتی کہ کیا اس سے دوستی کا ارادہ ہے اتنی کڑی نگرانی ہوتی، اور آج تو ہماری دوستیوں کا جال اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اپنے مدرسے کے ساتھیوں سے تو دوستی ہے ہی بلکہ دیگر مدارس کے ساتھیوں سے بھی دوستی اتنی بڑھ گئی کہ باقاعدہ پلان بنایا جاتا ہے، جمعرات کو فون کریں گے: حضرت آپ اپنے قافلے کے ساتھ یہاں آئیں، دعوت ہوگی، اب یہ عشاء کے بعد شب جمعہ کا قیمتی وقت گھومنے پھرنے کھانے پینے میں لگا دیتا ہے، پھر یہ بات ہے کہ ان کا بھی حق واجب ہے، آپ بھی ہمارے یہاں تشریف لائیں، یہ شب جمعہ اور یہ جمعہ کا دن جو مبارک دن تھا اس سے ہم غافل ہوتے ہیں کہ ہمارے ساتھیوں کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ جمعہ کی سنتوں میں پہلے چار رکعت پڑھی جاتی ہیں کہ دو رکعت، کیونکہ وہ سنتیں بھی نہیں پڑھتے، یہ حقیقت ہے، اسلئے میں کہتا ہوں! ہم اپنے آپ کو کیا سمجھیں، ہمارا حقیقی دوست کتاب ہے، اس کو دوست سمجھو تب جا کر علم حاصل ہوگا۔

محنت کس ڈھنگ کی ہو:

عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ ایک تو محنت کرنی ہے، لیکن محنت اس ڈھنگ سے کی جائے، اب ''معارف القرآن'' کا مطالعہ شروع کریں، تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ ہوگیا، تو ایک دو رکوع روز ہم دیکھیں، کافی دنوں تک ہم دیکھتے رہیں گے تو ایک پارہ ایک مہینہ کے اندر ہمارا پورا ہو جائے گا، اور قرآن کے علوم ہمیں مستحضر ہوں گے، تب جا کر ہم لوگوں کے سامنے قرآن و حدیث کی باتیں پیش کر سکیں گے، ابتداء میں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ کوئی بھی بیان اور وعظ کرنا ہو تو پہلے اس کی تیاری کرلیں لیکن ہمارے طلبہ میں تو پرانے وعظ ہی چلا کرتے ہیں۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے۔

پتہ نہیں ۱۹۸۰ء میں اشرفیہ میں پڑھنے آیا تھا، جب گیارہ سال کی میری عمر تھی تب سے یہ شعر سن رہا ہوں طلباء کے بیان میں، بیان کرنا چاہئے، کوئی منع نہیں لیکن ہر وقت نیا مضمون تیار کریں، پھر ذہن کھلے گا، پھر اس سے ہمارا علم بھی بڑھے گا، تجربہ بڑھے گا، مطالعہ کا ذوق ہوگا، بہر حال بتلانا یہ کہ محنت ہمیں کرنی ہے، اور محنت کا ایک طریقہ یہ کہ مثلاً: کھانے کے بعد لیٹنے سے پہلے دس منٹ، اسیطرح عصر کے بعد، خالی اوقات میں روزانہ دس صفحے بیس صفحے پڑھتے رہیں گے، اچھی طرح مطالعہ کا ذوق ہو جائے گا، اور غیر درسی کتابیں کافی حد تک دیکھ پائیں گے۔

درس میں طلباء کا حال:

لیکن ہماری بد قسمتی ہے کہ ہمارے طلباء کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ابوداؤد کا درس

ہم پہلی صف میں جانے کا اہتمام کریں، مسجد میں تھوڑی دیر بیٹھنے کا کتنا اجر وثواب ہے، کبھی ہم اذان سے پہلے آکر بیٹھیں؟ کبھی اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے، یہ تو زبردستی اب تو اور بے چارے مخلصین تنگ کرتے ہیں تب جاکر ہم مسجد میں آکر بیٹھتے ہیں، کوئی نگرانی ہورہی ہے، تو نماز کے اندر کوئی آنے کو تیار نہیں ہے تو عمل کی ضرورت ہے۔

عمل سے جان آتی ہیں:

عمل ہمارے لئے بہت آسان ہیں، ایک انسان تجارت میں ہے، کاروبار میں ہے، دنیا کے ماحول میں ہے، اس کیلئے پہلی تکبیر کے ساتھ صف اول میں جماعت سے ساتھ نماز پڑھنا، تلاوت کرنا، تہجد پڑھنا بہت مشکل ہے، لیکن ہم تو آتے ہی ہیں، ایسے ماحول میں یہ سب چیزیں ہمارے لئے بہت آسان ہے، ہم جماعت کے ساتھ نماز کا بھی اہتمام کرسکتے ہیں، تکبیر اولیٰ کا اہتمام کرسکتے ہیں، صف اول کا اہتمام کرسکتے ہیں، تلاوت جب چاہے کرسکتے ہیں، تہجد پڑھ سکتے ہیں، یہ ماحول ہی ایسا ہے کہ یہ چیزیں ہمارے لئے آسان ہیں، لیکن ہم لوگ ان چیزوں سے بہت غافل ہیں، اللہ کے رسول ﷺ ابتدائی زمانہ میں اور صحابہ کرامؓ بھی پوری رات یا اکثر حصہ میں قیام فرماتے تھے، بلکہ یہ قیام اللیل ابتدا میں واجب تھا، مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ پر اور صحابہ کرامؓ پر ابتداء میں قیام اللیل واجب اور فرض تھا، پھر علماء کی دورائے ہوگئی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور امت دونوں سے قیام اللیل منسوخ ہوگیا، اب اس کا مسنون ہونا باقی رہا، بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے منسوخ نہیں ہوا، اور امت سے منسوخ ہوگیا، بہرحال رات میں قیام کا حکم دیا گیا۔ یایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا، نصفه او انقص منه قلیلا، او زد علیه ورتل القرآن ترتیلا۔ یہ حکم دیا، پوری

رات یا اس سے کم (آدھا) یا ایک ثلث یا دو ثلث" علامہ محلی" تفسیر کرتے ہیں، نصف یا یہ کہ اس سے کم ثلث یا اس سے زیادہ یعنی دو ثلث رات میں عبادت کرو۔ و تبتل الیہ تبتیلا۔ یکسوں ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ، تبتل، علماء کے لئے اور اہل علم کے لئے جہاں علمی تحقیق اور خدمات ضروری ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف توجہ اور تنہائی کے لئے وقت نکالنا ہے، حضرت جی مولانا الیاسؒ فرماتے تھے: جب میں دعوت و تبلیغ کی نسبت سے عوام میں جاتا ہوں، چند دن گھوم پھر کر آتا ہوں، تو اپنے دل پر بوجھ سا غبار سا، محسوس کرتا ہوں، تو پھر اس غبار کو دور کرنے کیلئے شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی خانقاہ میں جاتا ہوں، اعتکاف کر لیتا ہوں خلوت میں اللہ سے راز و نیاز کرتا ہوں، تب جا کر دل کا غبار دور ہوتا ہے، حضرت رائے پوری کے انتقال کے بعد حضرت جی کا معمول تھا کہ سفر سے واپسی کے بعد چند دن تک بنگلہ والی مسجد ہی میں اعتکاف فرماتے تھے۔ دیکھو یہ حضرات اتنی سب محنت اور دین کا کام کرنے کے باوجود ان کا یہ حال تھا، لیکن ہم لوگوں کو اسکی کوئی توفیق ہی نہیں ہوتی، نماز کا اہتمام ہی نہیں، تو تہجد، تلاوت، اس کا کیا اہتمام نصیب ہوگا، ذکر کا کیا اہتمام ہوگا۔ دو چار چیزیں ہمیں لازم پکڑنی ہے۔

(۱) تکبیر اولی، جماعت کے ساتھ ہماری نماز ہوں۔

(۲) تلاوت کا روز اہتمام ترتیب کے ساتھ۔

(۳) روزانہ آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ جاؤ، تو ابھی سے ہم تہجد کے پابند ہو جائیں گے واللہ بہت کچھ عطا کرے گا۔ جس کو ملا قیام اللیل سے ملا۔ اقبال نے کہا۔

عطار ہو یا رومی رازی ہو غزالی۔
کچھ ہاتھ نہیں آتا بن آہِ سحرگاہی

شیخ فرید الدین عطارؒ، امام فخر الدین رازیؒ، مولانا رومیؒ، امام غزالیؒ ہو، کوئی بھی ہو جس کو جو کچھ ملا، رات میں عبادت کر کے اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا کر مانگنے سے ملا، اس لئے ابھی سے اس کی ہم عادت ڈالیں، بڑے ہونے کے بعد یہ عادت رہے گی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شفقت آمیز انداز میں فرماتے ہیں: "علیکم بقیام اللیل" اپنے اوپر رات کے قیام کو لازم پکڑو، "فانہ دأب الصالحین من قبلکم"[1] ہم جو مدارس میں آتے ہیں، پڑھتے ہیں، پڑھاتے ہیں، ہمارا مقصود یہی ہے کہ اسکے ذریعہ اللہ کا قرب نصیب ہو جائے، اللہ کے مقرب ہو جائیں، فرماتے ہیں: "قربة لکم عند ربکم" یہ قیام اللیل تمہیں تمہارے رب سے نزدیک کر دے گا، گناہوں کے عادی ہیں، چھوٹتے نہیں ہیں، اس لئے فرمایا: قیام اللیل، ایسی چیز ہے، اگر اسکا اہتمام کرے، جو گناہ کئے وہ بھی معاف ہو جائیں گے، اور آئندہ گناہ سے رکنے کی صلاحیت اور جذبہ بھی پیدا ہوگا۔ "منہاة عن الاثم" تہجد گناہ سے آئندہ روکنے والا ہے۔ "مکفرة للسیئات" سیئات کو معاف کرنے والا ہے بعض Tablet ایسی ہوتی ہیں، جو اندر کی بیماری کو بھی ختم کرتی ہے، اور آئندہ بیماری سے بھی حفاظت کرتی ہے، قیام اللیل کا Tablet اسی طرح ہے، لیکن یہ برسہا برس گذر رہے ہیں، آٹھ نو سال مدرسے میں ہم پڑھتے ہیں، درس و تدریس بھی سب جاری ہیں، لیکن ہم اس نعمت سے محروم ہیں، ہمارے اسلاف اتنے مشاغل کے باوجود ان کا کیا حال تھا، حضرت مولانا شیخ محمد زکریاؒ کے علمی مشاغل سے سب واقف ہیں، رات دن مشغول رہتے تھے، ابھی چند دن پہلے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے بات سنائی کہ زامبیا میں حضرت مولانا عبد الرحیمؒ (خلیفہ مجاز

---

[1] عن ابی امامة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وھو قربة لکم الی ربکم ومکفرة للسیئات ومنہاة عن الاثم۔ رواہ الترمذی ج ۲/ ص ۱۹۵ مشکوة رقم ۱۲۳۲

حضرت شیخ ؒ) حضرت شیخ ؒ کے بڑے چہیتے تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت شیخ ؒ قرآن پاک کی تلاوت کتنی کرتے تھے؟ کیا معمول تھا؟ تو اس زمانہ کا واقعہ جب کہ علمی شوق غالب تھا، مولانا نے فرمایا: علمی مشاغل کے ساتھ مہمانوں کے ہجوم کے ساتھ روزانہ آٹھ دس پاروں کی تلاوت فرمالیا کرتے تھے، ہمارے مشاغل ہمیں کیوں ان چیزوں سے روکتے ہیں، جب تک عمل نہیں آئے گا، تب تک تاثیر پیدا نہیں ہوگی، تقریر، وعظ تو کرتے ہیں کرنے والے، لیکن اسکی تاثیر اس بات پر موقوف ہے۔ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے پاس ایک طالب علم گئے، تو حضرت نے ان سے پوچھا کہ رمضان میں کتنا قرآن پڑھتے ہو، تو جواب میں کہا کہ حضرت! دو چار پارے پڑھتا ہوں، کہا کہ اتنا ہی، میرا تو برسوں سے معمول ہے کہ میں غیر رمضان میں روزانہ ۱۵ پارے تلاوت کرتا ہوں، اور رمضان میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم کرتا ہوں، یہ وہ حضرات ہیں، جن کے علمی مشاغل سے دنیا واقف ہے، اتنی مصنفیں کیں، لیکن اس کے ساتھ عمل ان کا ایسا تھا، نمازوں کا اہتمام، تلاوت کا اہتمام، ذکر کا اہتمام، نفس کو کچلیں گے تو اللہ اندر نور پیدا فرمائیں گے یہ نفس بڑی چالبازی سے کہتا ہے جی فارغ ہونے کے بعد کریں گے طالب علمی کے زمانے میں جن چیزوں سے ہم نے غفلت برتی، بعد میں ان چیزوں سے غفلت ہی رہیگی، مدرسہ میں نمازوں کا اہتمام نہیں کیا، اب کسی جگہ امام بنے ہیں تو فجر کی نماز غائب، لوگ خیال کرتے ہیں امام صاحب ہوکر ایسی حرکت ..... شکایت کرتے ہیں تو ان سے لڑیں گے، ہماری کوتاہی ہے کبھی کبھار انسان سے ہوجاوے، لیکن یہ کہ اس کی عادت بنالینا، لوگوں کو اس سے بڑا اعتراض ہوتا ہے، لوگ بدظن ہوتے ہیں، اس لئے ضرورت ہے ہمارے جو طلباء فارغ ہونے جارہے ہیں ان کے لئے بہت ہی ضرورت ہے کہ سنبھل

کر قدم رکھیں، بہرحال جتنا، باقی کر نمازوں کا اہتمام تلاوت کا اہتمام، حضرت کی بات سنائی رمضان میں ایک قرآن اور غیر رمضان میں پندرہ پارے۔

اکابرین اور عمل کا اہتمام:

حضرت امام ابو یوسف[1] امام محمد ائمہ احناف میں سے ہیں ان کے ایک شاگرد ہیں "محمد بن سماعہ" ان کے متعلق ہے کہ روزانہ ۲۰۰ رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، ۱۰۳ سال ان کی عمر ہوئی، اتنی عمر ہونے کے باوجود اتنی رکعت نفل پڑھتے تھے، خود امام ابو یوسف کے متعلق لکھا ہے کہ قاضی القضاۃ اور چیف جسٹس ہونے کے باوجود روزانہ رات میں ۲۰۰ یا ۳۰۰ رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا، اور آج ہم ۲ رکعت بھی نہیں پڑھتے ہیں، کیا ہم ان سے زیادہ علمی خدمات میں مشغول ہیں۔ دو سو رکعت نہیں تو کم از کم ۴ رکعت ہی پڑھ لیا کریں، شب کے ابتدائی حصے میں پڑھ لیا کریں، اگر اٹھنے کی عادت نہیں ہے۔ یہ بات اس لئے عرض کرتا ہوں۔ جہاں قرآن وحدیث کا خاص اہتمام کے ساتھ ہم لوگوں کے سامنے پیش کریں گے، اس کے ساتھ عمل کی بھی سخت ضرورت ہے، نفس کو کچلنے کی ضرورت ہے، خصوصاً گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے، ایک بات عرض کرتا ہوں بہت غور سے سنیں۔

گناہ سے اجتناب ضروری ہے:

ہم لوگ گناہوں سے بچیں، ہمارے لئے گناہوں سے بچنا اتنا مشکل نہیں۔ آپ سبھی حضرات سے ایک بات میں پوچھتا ہوں کہ ہم جس ماحول میں چار دیواری کے اندر

---

[1] حضرت امام ابو یوسف کے حالات "تذکرہ علمائے" کی تیسری جلد میں ملاحظہ ہو۔

رہتے ہیں، یہاں نہ کوئی چوری ہے، نہ کوئی ڈکیتی ہے، نہ قتل اور خون ریزی ہے، نہ یہاں بازار ہے، جس میں ہم خیانت، دھوکہ اور سود ورشوت کا معاملہ کریں، بڑے بڑے جرائم سے حفاظت ہوتی، ہمیں ان گناہوں سے بچنے کیلئے کوئی طاقت صرف نہیں کرنی پڑتی ہے، تو آپ اندازہ لگایئے کہ ۹۸ فیصد گناہوں سے بچے ہوئے ہیں، دو فی صد گناہ ایسے ہیں جو ہمارے طلبہ کے معاملہ میں پائے جاتے ہیں، اگر ہم ان گناہوں سے اپنے آپ کو بچالیں گے تو ان شاء اللہ سو فیصد گناہوں سے بچ جائیں گے، ایک ہے ہماری نگاہ کا گناہ، اس گناہ کے دو شعبے ہیں، امرد اور نامحرم عورتوں کی طرف دیکھنا، اس سے بھی اللہ نے محفوظ کر رکھا ہے، جب تک ہم مدرسہ میں رہتے ہیں، کسی عورت سے ہمارا آمنا سامنا نہیں ہوتا، ہاں تفریح کے لئے شہر میں جائیں اس وقت ذرا احتیاط کرلیں، اپنی نگاہوں کی حفاظت کرلیں، اس وقت مدرسہ میں پورا دن ہم حدیث پڑھتے ہیں، صحاح ستہ، جلالین پڑھتے ہیں، جہاں باہر گئے، برابر نامحرم عورتوں کی طرف دیکھ رہے ہیں، نور جو حاصل کیا تھا، ایک لمحہ میں وہ نور ختم ہوجاتا ہے، ہماری حماقت کتنی ہے؟ دوسرا شعبہ: اپنی ہی برادری یعنی امرد طلبہ، ان سے اختلاط نہ رکھیں، بدنظری ان سے بھی بچیں، اگر اس بدنظری والے گناہ سے ہم بچ گئے، تو ۹۹ فی صد گناہوں سے بچ گئے۔ زبان کا گناہ، معاشرۂ طلبہ میں زبان کی بے احتیاطیاں بہت ہیں، جہاں بیٹھیں گے، اساتذہ اور منتظمین و ساتھیوں کی غیبت کرتے ہیں، تہمت لگاتے ہیں، کسی کی تحقیر، تو میرے بھائیوں! اگر اس کو بھی چھوڑ دیں گے، تو نور پیدا ہوگا، پھر جو بات کہیں گے، اس میں تاثیر پیدا ہوگی۔

گناہوں سے بچنے کی برکت:

حضرت سید احمد شہیدؒ کی سیرت پڑھیں، حضرت کی بات میں بڑی تاثیر تھی جہاں جاتے تھے ہزاروں لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوجاتے تھے، اسی تقویٰ کی برکت سے، بہرحال یہ دو چیزیں ہیں، اعمالِ مسنونہ، فرائض کا اہتمام، گناہوں سے بچنے کا اہتمام، حضرت جنید بغدادیؒ ایک مرتبہ رات میں سورہے تھے، نیند نہیں آرہی ہے، بے چین ہے اٹھ کر بیٹھے، ذکر میں مشغول ہوئے، ذکر میں دل نہیں لگ رہا ہے تو حضرت باہر نکلے، دیکھا کہ ایک شخص راستے کے کنارے پر، یعنی چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا ہے، سلام کیا تو اس شخص نے جواب دیا، وعلیکم السلام یا جنید، حضرت نے عرض کیا، تمہیں کیسے معلوم کہ میں جنید ہوں، کہا جس ذات نے آپ کو اپنے بستر سے اٹھا کر باہر نکالا، اسی ذات نے مجھے آپ کا نام بتلایا، کیا بات ہے؟ کیا خدمت ہے؟ فرمایا! مجھے ایک سوال درپیش آیا کہ مجھے اس سوال کے جواب کی ضرورت ہے، اس سوال کا جواب مجھے عطا فرمادیں، اللہ نے آپ کی طرف میری رہنمائی کی، میں آیا اور سوال کیا ہے "متی تکون داء النفس دواء"؟ نفس کی بیماری دوا اور علاج کب بنے گی، بڑا مشکل سوال ہے، یہ زہر ہے اور یہی زہر تریاق کا کام دے، معجون مقوی کا کام دے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ انہوں نے یہی سوال کیا، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا: "اذا خالفت نفسک تکون داء النفس دواء" جب تو اپنے نفس کی مخالفت کرے گا تو یہی بیماری تیرا علاج بنے گی، نفس کو کچل دے تو یہی بیماری جو امراضِ قلبیہ ہے وہ اسی نفس کی مخالفت سے تیرا علاج بنے گی۔ اس لئے میرے بھائیوں! نفس کے خلاف آدمی کام کرے گا، اللہ ایسے نور عطا فرمائے گا کہ اس کو معلوم بھی نہیں ہوگا۔

قاضی بیضاویؒ کا عجیب نکتہ:

قاضی بیضاویؒ[1] نے بڑی عجیب بات لکھی ہے۔ اصل میں قتل ہوا، قاتل کون ہے؟ اس کا پتہ لگانے کی ضرورت تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایک گائے ذبح کرو، لیکن بہرحال وہ آتے رہے اور بار بار سوال کرتے رہے، آخر میں زرد رنگ کی گائے ہو، اس کا حکم دیا گیا۔

بہرحال زرد رنگ کی گائے ذبح کی گئی اور اس کے گوشت کے ٹکڑے کو مقتول پر مس کیا گیا تو مقتول زندہ ہو گیا اور بتا دیا کہ میرا قاتل فلاں ہے، اعجاز یہی ہے۔ قاضی بیضاویؒ اس پر یہ نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اس زرد رنگ کی گائے کو، انسان کا نفس بھی ایک زرد رنگ گائے ہے، جب وہ زرد رنگ کی گائے کو ذبح کیا گیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک بے جان کو لگایا تو اس میں جان پیدا ہو گئی، ایسے ہی انسان جب اپنے زرد نفس کو قتل کر دے گا تو

---

[1] قاضی بیضاوی کے حالات [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تفسیر [illegible] منہاج الوصول الی علم الاصول [illegible] [illegible] [illegible] آپ کی تصنیفات ہیں۔

[illegible]

اللہ تعالیٰ جسکے دل کو زندہ فرمادیگا اور خاص علوم عطا فرمائیگا، اور اس کے علوم سے لوگوں کے دل بھی زندہ ہوں گے، ہم تھوڑا اپنی ذات کو کنٹرول کریں، ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ طالب علم تو وہ ہے، جو آزاد ہے، اس کو نہ طاعت کی فکر، نہ معاصی سے بچنے کی فکر، یہ نظریہ بہت غلط ہے، اس لئے اسکو بدلنے کی ضرورت ہے۔

تقریر کیلئے موضوع کیسا ہو؟

موقع اور محل کے حساب سے بات کرنی چاہئے۔ رائیونڈ کے قریب میں "برلوڈمن" ہے، چند دن پہلے وہاں جانا ہوا تھا، انگلینڈ سے کچھ مہمان آئے تھے، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کس موضوع پر بیان کریں گے، پہلے تو میں نے کہا، اللہ جو کہلوادیں گے کہیں گے، انہوں نے کہا کہ ہم اس لئے پوچھ رہے ہیں کہ آج نکاح ہے، تو نکاح کی نسبت سے کچھ بیان کریں گے، میں نے کہا ہاں ارادہ یہی ہے، انہوں نے کہا: اسلئے پوچھ رہے کہ ایک دفعہ ہم نے نکاح کے موضوع پر ایک مولانا صاحب کو دعوت دی اب انہوں نے بیان شروع کیا اور ابتداء سے لیکر انتہاء تک نکاح کو موت کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا، پورے نکاح کے بیان میں موت اور میت کے احوال ذکر کئے، نوشہ دولہا ہے پھول ہار پہنے ہوئے ہیں، ایک وقت ایسا آئیگا، اس پر پھول ڈالے جائیں گے، اچھے نئے کپڑے پہنے ہیں، ایک وقت ایسا آئیگا کہ کفن پہنایا جائے گا، غسل کر کے آیا ہے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ غسل کرایا جائے گا، تو یہ شادی کا موقع ہے، خوشی کی بات کرنی چاہئے، لوگوں کے دلوں میں خوشی پیدا ہوجائے، بس موت کی بات کرتے رہے، یہاں تک کہ دولہے کا دل و چہرہ مرجھا چکا تھا، مولانا چاہتے ہیں کہ آج ہی میرا جنازہ نکل جاوے، موقع محل کی بات سے بڑا اثر ہوتا ہے، اور انداز بیان بھی نرم ہونا چاہئے، موقع اور محل کو

موقع دیا۔ موسیٰ وھارون علیہما الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر تو ہم نہیں، جب ان کے لئے حکم ہے تو ہمارے لئے بطریق اولیٰ حکم ہے، وعظ و بیان کے اندر ہمیشہ آپ کو خطاب کرے۔ انسان اپنی ذات کو مخاطب بنا دے، اور سلیقہ سے بات کرے، مثال سے بات سمجھاوے تو جلدی سمجھ میں آتی ہے، ایک دو باتیں مزید عرض کروں گا، امام رازی جو بڑے مشہور مفسر ہیں، ان کی تفسیر کبیر کو دیکھا جائے، کم از کم ایک دفعہ کتب خانے میں جا کر زیارت کرلینا، اس میں بڑے نکات، بڑے لطائف ذکر کئے ہیں، فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس[1] کی جانب خط بھیجا "انه من سلیمن وانه بسم الله الرحمن الرحیم" یہ اس خط کے مضمون کی ابتداء ہے، اور ہدہد کے ہاتھ سے بھیجا، بلقیس اپنے محل میں سوئی ہوئی تھی، وہ ہدہد گیا، خط ڈال دیا۔ خط اس کے سینہ پر آ کر گرا، نیند سے بیدار ہوئی، خط پڑھا، انه من سلیمن وانه بسم الله الرحمن الرحیم۔

---

۱ حضرت بلقیس یمن کے شہر سبا اور وہاں کے علاقہ کی ملکہ تھیں، بلقیس کے بارے میں بہت سی روایات مشہور ہیں، جن میں اکثر من گھڑت اور بعض ضعیف ہیں البتہ ملکہ بلقیس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا باپ جنی اور ماں آدمی سے تھی، لیکن ان کی والدہ جنات میں سے تھی۔ بلقیس اور ان کی قوم سب سورج کی پرستش کرتے تھے، اور بڑے متمول اور پرشکوہ تھے، اس لئے حضرت سلیمان کا خط ملکہ بلقیس تک پہنچا تو انہوں نے قوم کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تحفہ بھیجیں، اور ان کے مشورہ پر بلقیس نے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کیا تو حضرت سلیمان نے جنات کو حکم دیا کہ اس کا تخت سمیت ان کی خدمت میں حاضر کر دیا جائے۔ حضرت سلیمان کی یہ طاقت دیکھ کر تمام وحوش وطیور ان کی فرمانبرداری کی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ دیکھا تو وہ بھی اسلام کے دست پر ایمان لے آئی۔

(بدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۶۵)

حضرت سلیمان کا خط کے اندر اپنے نام کو مقدم رکھنے کی وجہ:

امام رازیؒ نے یہاں ایک اور بات لکھی ہے، کہ پہلے حضرت سلیمان نے اپنا نام لکھا، اور بسم اللہ بعد میں لکھا، دونوں میں انہوں نے تطبیق دی کہ ''انہ من سلیمن'' کو اوپر لکھا کہ کہاں سے آرہا ہے، اور بسم اللہ، اندر کا جو مضمون شروع ہوتا ہے، وہاں لکھا، اس لئے ایسا کیا کہ بلقیس بڑی متکبرہ تھی، اگر وہ خط کو دیکھتے ہی ''بسم اللہ'' دیکھ لیتی اور ہوسکتا ہے اس کو غصہ آوے، وہ خط کو پھاڑ دیتی، اللہ کے نام کی بے ادبی ہوجاتی، تو بڑا نقصان ہوتا، اس لئے حضرت سلیمان نے پہلے اپنا نام لکھا ''انہ من سلیمن''، غصہ میں آوے تو مجھ پر آوے، اللہ پر نہ آوے، اسلئے انہوں نے یہ مضمون لکھا، وہ آگئی، مطیع ہوکر، بتلانا یہ ہے کہ حضرت سلیمان کس انداز سے توحید کا سبق سکھلا رہے ہیں، آخرت کی زندگی کی طرف توجہ دلا رہے ہیں، بلقیس جب قریب آگئی، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو مہمان خانہ بنایا تھا، اس مہمان خانہ کے اندر جانے کے لئے شیشہ بچھایا جس کے نیچے پانی تھا کہ اس کے اوپر سے ہوکر کے وہ محل کے اندر آئے، جب وہ محل میں جانے لگی، تو اس نے دیکھا کہ یہ تو پانی ہے، اب اس نے سوچا کہ پانی کے اندر سے گذر کر مہمان خانہ میں جانا ہے، اس لئے اس نے جیسے ہی اس شیشہ پر قدم رکھا، تو اپنے پائینچے اٹھالئے کہ پانی کے اندر بھیگنے نہ پائیں، تھوڑی دیر چلی معلوم ہوا کہ یہ تو پانی نہیں ہے، یہ تو کانچ ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام[1] نے اس کو یہ بتلانا چاہا کہ دیکھ! تو نے اس کانچ کو پانی سمجھ

---

[1] حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات ''جواہر علمیہ'' تیسری جلد میں ملاحظہ ہو

لیا، تجھے دھوکہ ہوگیا، تیری نظروں کو دھوکہ ہوگیا، سورج کی تو جو پرستش کرتی ہے، اسکے اندر وہ نور ہے، اسکے نور کو دیکھ کر تجھے دھوکہ ہوگیا کہ سورج بھی خدا ہے، یہ کانچ ہے پانی نہیں، ایسے ہی سورج میں نور ہے، خدا نہیں، اللہ ہی نے اس کے اندر نور ڈالا ہے، جیسے تجھے کانچ دیکھ کر پانی کا دھوکہ ہوگیا، ایسے ہی سورج کو دیکھ کر اس کے خدا ہونے کا دھوکہ ہوگیا، تو اس دھوکہ کو دل سے نکال دے، خدا وہ ہے جس نے اس سورج کے اندر روشنی پیدا کی، ظاہر بات ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام لمبی چوڑی تقریر کرتے، تو اتنا اثر نہ ہوتا، اس انداز سے اس کے دل پر گہرا اثر ہوا اس لئے میرے بھائیوں! ضرورت ہے کہ مخاطب کے حال کی رعایت کرتے ہوئے بیان کریں۔

تواضع کی ضرورت:

اپنے اندر تواضع پیدا کریں، کوئی بھی بات کہی جائے تو یہ سمجھے کہ میں اس کا محتاج ہوں، بدعمل ہوں، بداخلاق ہوں، تب جاکر اس کا اثر ہوگا، اور اللہ کے لئے ہم کو بیان کرنا ہے، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ دہلی کی جامع مسجد میں بیان فرمارہے تھے، بہت بڑا مجمع تھا، بیان ختم ہوگیا، لوگ سب جانے لگے، ایک دیہاتی بھاگتا ہوا آرہا تھا، جامع مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا، اکثر لوگ جاچکے تھے، اور اتفاق سے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ہی سے پوچھا کہ بھائی مولوی اسماعیل صاحبؒ کا بیان تھا ختم ہوگیا، میں فلاں گاؤں سے دوڑتے ہوئے آرہا ہوں، اور میں بیان سے محروم ہوگیا، شاہ صاحبؒ نے پوچھا اچھا بیان سننے کے لئے آئے؟ کہا ہاں، اتنے دور سے، بیٹھ جاؤ وہیں بٹھادیا، اور جتنی باتیں اس مجمع کو بیان کی تھی، پورا خلاصہ اس دیہاتی کے سامنے بیان کیا، کہ آج کے وعظ و بیان کا یہ خلاصہ تھا، اس مجمع کو میں نے اللہ کے لئے سنایا اور تمہیں بھی اللہ کے لئے سنا رہا ہوں، آج

تقریر و خطابت کے رہنما اصول

حضرت مفتی محمد صاحب دامت برکاتہم کا

یہ بیان ---- مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ ، انجمن اصلاح

ارسوما کے افتتاحی پروگرام میں ہوا ۔ ۲۰۱۱ء

تقریر وخطابت کے رہنما اصول

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الرحمٰن۔ علم القرآن۔ خلق الانسان۔ علمہ البیان (سورۃ رحمٰن پ ۲۷ آیت ۱) قال النبی ﷺ وان من البیان لسحرا[1] وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام: اوتیت جوامع الکلم۔[2] صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم۔ ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

حمد را با تو نسبتے ست درست — بر در ہر کہ رفت بر در تست

محمد حامد حمد خدا بس — خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس

واجب الاحترام حضرات اساتذۂ کرام اور طلبۂ عظام! اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے۔ ان کی حقیقی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور تمام مخلوقات کی ابتداء سے انتہا تک ساری ضروریات اللہ تعالیٰ ہی پوری فرماتا ہے۔ قرآن پاک کی سب سے پہلی سورت کی پہلی آیت الحمد للہ رب العالمین کی تمام تفسیریں اس بات کے شاہد ہیں جو تمام

---

[1] حدثنا سفیان عن زید بن اسلم قال سمعت ابن عمر یقول جاء رجلان من المشرق فخطبا فقال النبی ﷺ ان من البیان لسحرا (بخاری شریف، کتاب النکاح، باب الخطبۃ، جلد ۲ ص [illegible])

[2] عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض طہورا ومسجدا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (مسلم شریف، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج ۱ ص ۱۹۹)

عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال نصرت بالرعب علی العدو واوتیت جوامع الکلم وبینا انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۹۹)

عالموں کا پالنہار ہے "رب" اس ذات کو کہتے ہیں جو اپنی مخلوق کی ابتداء سے لیکر انتہا تک ساری ضروریت پوری فرمائے، جتنے بھی عالم ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ چالیس ہزار عالم ہیں اور بعض مفسرین نے تو بتایا کہ اسی ہزار عالم ہیں تو جتنے بھی عالم ہیں تمام کی تمام ضروریات کو اللہ تعالیٰ پوری فرماتے ہیں لہ

انسان اشرف المخلوقات کیوں؟

لیکن ان تمام عالموں میں اور تمام مخلوقات میں انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا، اور بے شمار صلاحیتیں اسکے اندر ودیعت فرمائی ہیں اور حق تعالیٰ کی جو صفات ہیں ان میں ایک صفت علم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے اپنی اس صفت علم کا پرتو بنادیا ہے اسی بنا پر انسان کو اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ قرار دیا، اور یہی وہ علم ہے جسکی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے مسجود بن گئے۔

علم کی کوئی انتہا نہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں اس انسان کو یہ صفت علم دیکر ساری مخلوقات کا سردار بنا دیا اس کے ساتھ ساتھ علم کی مختلف صورتیں، انواع اور اسکے افراد بھی اس کو بے شمار عطا کئے علم تو ایک ایسا سمندر ہے جسکی کوئی حد نہیں، کیونکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی غایت اور کوئی انتہا نہیں ہوتی اس لئے علم کی بھی کوئی غایت اور کوئی انتہا نہیں ہے، حضرت آدم سے لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپ کے بعد بھی قیامت تک بے شمار انسان دنیا میں

لہ: حضرت ابو سعید خدری سے منقول ہے عالم چالیس ہزار ہیں دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالم ہے باقی اسکے سوا ہیں، اسی طرح حضرت مقاتل امام تفسیر سے منقول ہے کہ عالم اسی ہزار ہیں (معارف القرآن ج ۱ ص ۹۱) حضرت وہب کا قول ہے کہ اللہ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں ان میں سے ساری دنیا ایک عالم ہے۔ سب عالم تھے ہیں عالموں کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۲۳)

آگے نہ ہوا نہیں سکتے، اور ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر کے اعتبار سے علوم عطا کئے ہیں، لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ علم کی انتہاء ہوگئی، دینی علوم ہو یا دنیوی علوم ہو اور اسکے درمیان پائے جانے والے لاکھوں علوم کی اصناف و اجناس ہوں لیکن اس کی کوئی حد انتہاء اور غایت نہیں۔

علم اور تواضع کا جوڑ:

بہر حال علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور اس علم کی بنیاد پر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے، حضرت ابوبکر جصاص[1] نے بڑی عجیب بات لکھی ہے کہ علم یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور اللہ کی ذات کبریائی والی اور بڑائی والی ہے، اللہ اکبر، اللہ سب سے بڑا ہے، یہی وجہ ہے کہ علم کی وجہ سے انسان کے اندر کبر آجاتا ہے، فرماتے ہیں کہ علماء کے اندر بعض دفعہ کبر اسی صفت علم کا اثر ہوتا ہے، لیکن یہ صفت انسان میں محمود نہیں بلکہ قبیح ہے، اسی لئے اس کو دور کیا جاتا ہے، زائل کیا جاتا ہے، بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنے آپ کو مٹایا جاتا ہے، تب جاکر انسان کے اندر سے کبر کا مادہ ختم ہوتا ہے۔

علم صرف معلومات کب بنتا ہے:

کبر بھی رہے اور علم بھی رہے تو وہ علم نہیں ہے وہ فقط معلومات ہے، چند کتابیں تصنیف کرلیں، چند کتابیں درس و تدریس کے لئے منتخب کرلیں، چند بیان اور خطبات دیدئے، یہ سب معلومات کا ایک مختصر سا ذخیرہ ہے، ورنہ حقیقی علم تو آدمی میں تواضع پیدا کرتا

[1] صاحب احکام القرآن امام ابوبکر جصاص رازی (متوفی ۳۷۰ھ) علماء حنفیہ میں اپنی گہرائی اور دقت نظر کے اعتبار سے ممتاز ترین فقہاء و محدثین میں سے ہیں، علم حدیث میں امام حاکم جیسے محدث کے استاذ ہیں، اور فقہ میں حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کا خیال یہ ہے کہ وہ مجتہد فی المذہب میں سے ہیں، اور کوئی شک نہیں کہ ان کی کتاب احکام القرآن علمی گہرائی کی آئینہ دار ہے، جو حضرت مولانا لکھنوی کی رائے کی تائید کرتی ہے (تبصرے حضرت مفتی تقی عثمانی ص ۳۰)

ہے، آدمی کو اپنے آپ کو مٹانا سکھاتا ہے۔

کتنے نادان ہیں جو کرتے ہیں ترقی پہ غرور

ہم نے چڑھتے ہوئے سورج کو بھی ڈھلتے دیکھا

سورج روزانہ چڑھتا ہے، لیکن ڈھل جاتا ہے، تو حقیقت میں انسان کا کمال تو یہ ہے کہ وہ متواضع ہو، اس میں تواضع ہو۔

تکبر کی قباحت علماء کی نظر میں:

اسی وجہ سے بزرگوں نے لکھا ہے کہ وہ علماء جو بزرگوں کی خدمت میں رہ کر اپنے آپ کو مٹاتے ہیں، اپنی برائیوں کو زائل کر کے اپنی اصلاح کرواتے ہیں، ان میں سب سے آخر میں جو برائی نکلتی ہے وہ تکبر ہے، کبر سب سے آخیر میں نکلتا ہے، ایک بزرگ کے پاس ایک مرید گئے، تیس سال ان کی خدمت میں رہے، اور اسکے بعد رخصت ہونے لگے تو عرض کیا کہ حضرت میں رخصت ہونا چاہتا ہوں، یہاں رہتے رہتے تیس سال ہو گئے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اجازت ہے، اگر کوئی بات کہنا ہو کچھ خواہش کا اظہار کرنا ہو تو کر دو، حسب استطاعت پوری کریں گے، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی خواہش نہیں ہے، بس میں جا رہا ہوں، حضرت سے بہت فیض اٹھایا، میری اصلاح کی تو اب بھی ضرورت ہے، لیکن ایک تمنا ہے کہ یہاں سے جاؤں چند طلبہ مل جائے تو ان کو پڑھاتا رہوں، اور خدمت کرتا رہوں، تو حضرت نے فرمایا اچھا! اب بھی تمہارے دماغ میں سرداری کا خمار ہے کہ چند طلبہ مل جائیں اور ان پر حکومت کروں، ابھی اور دس سال رہو، ابھی اصلاح نہیں ہوئی۔ تو بتلانا یہ ہے کہ علم اس چیز کا نام ہے جو انسان کے اندر تواضع پیدا کرے۔ عاجزی پیدا کرے۔

صفت کبر کو ختم کیا جائے:

بہرحال علم اللہ کی صفت ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اندر چونکہ بڑائی کی صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس بنا پر علم کا نتیجہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ بڑائی ظاہر ہو جاتی ہے، لیکن یہ انسان کے لئے صفت محمود نہیں بلکہ قبیح ہے اس لئے اس کو ختم کیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے کہا کہ میں تم میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں[1] اور وہ واقعی اس وقت میں سچ بھی تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی پسند نہ آئی، اور حضرت خضر کی طرف بڑا لمبا سفر کروایا۔ بہرحال یہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس سے انسان کی زندگی بن جاتی ہے۔

ہر فن اور ہنر محنت مانگتا ہے:

دنیا میں کوئی بھی علم ہو اس کے لئے محنت درکار ہے، اس وقت مجھے بہت لمبی تقریر نہیں کرنی ہے، دو چار باتیں ہیں بطور مذاکرہ کے بیان کرنا ہے تو کوئی بھی علم و فن ہو اس کے لئے محنت ضروری ہے، علم کی تو بہت ساری صورتیں ہیں، حدیث پڑھتے ہیں، تفسیر پڑھتے ہیں، فقہ پڑھتے ہیں، نحو ہے، صرف ہے، ان میں سے ایک شعبہ تحریر و تقریر ہے، دینی لائن میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔

قوت بیان اللہ کی نعمت:

انسان کے اندر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قوت گویائی یا اس کی صلاحیت رکھی ہے کہ اس کے ذریعے سے آدمی بڑے سے سخت دلوں کو موم کر سکتا ہے، ہر شخص انسان کو بھی مسخر کر سکتا ہے مسحور کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی اہم نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے سورۂ رحمن میں وہاں خاص اپنی اس نعمت یعنی قوت بیان جو انسان کو عطا کی گئی ہے اس کا بھی ذکر فرمایا ہے، الرحمن،

---

(۱) معارف القرآن ج ۵ ص ۶۱۹ از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع)

علم القرآن (سورۃ رحمٰن آیت نمبر ۱) یہ رحمٰن وہ ہے جس نے انسان کو قرآن سکھایا۔ خلق الانسان علمه البیان۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسے قوت گویائی دی اور صلاحیت بیان اس کو عطا کیا۔

جس نے تعلیم حاصل نہیں کی اس نے مقصد کو نہیں پہچانا:

حقیقتاً تو انسان کی تخلیق پہلے ہے اور قرآن کی تعلیم اسکے پیدا ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ ظاہر کا تقاضہ یہی تھا کہ یہاں بھی تخلیق انسانی کا تذکرہ پہلے ہوا اور تعلیم قرآنی کا تذکرہ بعد میں ہو لیکن تعلیم قرآن کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے "الرحمٰن، علم القرآن" کا اولاً ذکر کیا اور بعد میں "خلق الانسان" کا ذکر کیا۔ معلوم ہوا کہ تخلیق انسان سے اگر انسان پیدا تو کیا لیکن وہ قرآن کی تعلیم سے دور رہا تو اس نے اپنی تخلیق کے مقصد کو نہیں سمجھا اس لئے اسکی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے پہلے تعلیم قرآن پھر تخلیق انسان کا ذکر کیا۔

ان من البیان لسحرا کے دو مطلب:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو ادا کرکے اپنے بڑے بڑے مقاصد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اسکے ذریعہ بڑے بڑے فتنے فساد بھی بپا کر سکتا ہے۔ اس لئے جو حدیث پاک پڑھی گئی۔ ان من البیان لسحرا، اس میں دونوں مفہوم ہیں یعنی انسان اپنے بیان کے ذریعہ ایسا جادو لوگوں پر کر سکتا ہے کہ ان کی زندگیوں میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ ان کی زندگی معصیت سے اطاعت کی جانب آجائے یہ ایک مطلب ہے۔ دوسرا مطلب یہ کہ انسان اپنی قوت گویائی یا اپنی زبان کے سحر کی بنا پر بہت سے باطل مقاصد کو بھی حاصل کر سکتا ہے۔ کتنے لوگ ہوتے ہیں جو خوب جھوٹ بولتے ہیں اور لوگ ان کی باتوں میں آکر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ وہ اپنی دنیا بنانے کے لئے اس طرح چرب لسانی سے خوب کام لیتے

ان العلوم الدینیۃ باسرھا تتوقف علی امرین، الاول: الاجتہاد فی تحصیلہا وقطع النظر عما سواھا، فان العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک۔[1]

سارے علوم دینیہ کا حاصل کرنا دو چیزوں پر موقوف ہے، پہلی چیز اور پہلا امر یہ ہے کہ علوم دینیہ حاصل کرنے میں جد و جہد سے کام لینا، اور محنت کے علاوہ دوسری ساری چیزوں سے اپنی نظر کو ہٹا لینا، یہ دو چیزیں ضروری ہیں، ایک ثبوتی پہلو ہے اور ایک سلبی پہلو ہے، محنت کی جتنی لائن ہے اسی پر چلتے رہنا اور محنت میں جو چیزیں رکاوٹ بننے والی ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا، اگر یہ دو چیزیں انسان کریگا یعنی سلبی پہلو سے اجتناب کرے اور ثبوتی پہلو کو اختیار کرے تب جا کر فرماتے ہیں کچھ حصہ علم کا تجھے حاصل ہوگا، اپنی پوری محنت لگا دینے کے بعد علم کا تھوڑا سا حصہ تجھے حاصل ہوگا۔

امام مسلم[2] کا طلب حدیث میں جان دینا:

سال کی ابتداء میں اساتذۂ کرام سے اس قسم کے واقعات سننے ملتے ہیں کہ ہمارے

---

[1] مقدمہ فوائد الیعقوبی۔ تحسین فاسی

[2] امام مسلم کا پورا نام ابو الحسین کنیت، لقب عساکر الدین، وطن نیشاپور ہے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: مسلم ابن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاذ قشیری، وطن و مسکن کے لحاظ سے گو ان کے خمیر میں عجم کی خاک کا عنصر بھی شامل ہے لیکن دراصل ان کا سلسلۂ نسب عرب کے مشہور قبیلہ قشیر سے ملتا ہے اسی بناء پر انہیں قشیری کہا جاتا ہے۔ خراسان کے مشہور و معروف شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ جامع الاصول کے مقدمہ میں ہے کہ آپ نے ۱۴ سال کی عمر ہی میں ۲۱۸ھ طلب حدیث کیلئے سفر شروع کر دیا تھا۔ آپ کے اساتذہ میں اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن یحییٰ، امام احمد بن حنبل وغیرہ ہیں۔ بغداد کا سفر بار بار کیا اور آخری مرتبہ ۲۵۹ھ میں بغداد میں آپ نے درس بھی دیا اس کے دو سال بعد آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے تلامذہ میں ابو عیسیٰ ترمذی، ابو حاتم رازی، ابو عوانہ جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔ امام مسلم سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ گھر تشریف لائے، آپ کے سامنے کھجوروں کی ٹوکری پیش کی گئی آپ حدیث کی جستجو میں اتنے محو ہو گئے کہ آپ کو خیال نہیں ہوا کتنی کھا لی، اور حدیث مل گئی اور آپ شہید علم و سنت رسول ہو گئے آپ کی وفات ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو اتوار کے دن ہوئی اور دوشنبہ کے روز جنازہ اٹھایا گیا، نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کئے گئے۔ آپ کے مسلک کی تعیین میں بڑی دشواری ہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ امام مسلم اور ابن ماجہ کا مذہب معلوم نہیں۔ آپ کی تالیفات تقریباً بیس ہیں ان میں سے صحیح مسلم کو جو مقبولیت و شہرت حاصل ہے، اگرچہ یہ دوسرے نمبر پر ہے لیکن جب صحیحین کہا جاتا ہے تو بخاری و مسلم ہی مراد ہوتی ہیں۔ (ظفر المحصلین۔ ص ۱۳۸)

آپ کی صحت پر اثر پڑیگا تو فرمایا کہ لوگ اس اعتماد اور اطمینان کے ساتھ سوتے ہیں کہ اگر دین
کوئی مسئلہ درپیش ہوگا تو امام محمدؒ سے پوچھ لینگے، اگر میں بھی سو جاؤں تو امت کا کیا حال ہو
اسلئے میں پوری رات محنت کرتا ہوں، چنانچہ اس زمانے میں ان کی تصنیفات کو شمار کیا گیا تو ۹۹
تھیں، جبکہ اس زمانے میں کاغذ اور قلم کی اتنی فراوانی نہیں تھی، جو اس زمانہ میں ہے اسکے باوجو
۹۹۹ کتابیں لکھی۔

قلم کے تراشے سے غسل میت:

اور بعض محدثین اور علماء تو ایسے گذرے ہیں کہ انھوں نے ان علوم کو حاصل کرنے میں
اور اسکی ترویج و اشاعت میں اتنی محنتیں کی کہ ان کے قلم کے تراشے سے اخیری غسل کا پانی گرم
کیا پہلے زمانے میں ایسے تیار قلم نہیں ہوتے تھے، بانس کی لکڑیوں کو چھیل چھیل اس سے قل
بناتے تھے، پھر اسے سیاہی میں ڈبوکر لکھتے تھے تو بعض محدثین ایسے گذرے ہیں، جیسا کہ علا
ابن خلکان[1] نے بتایا علامہ ابن الجوزیؒ[2] کے متعلق لکھا ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت

---

[1] ابن خلکان: اصل نام شمس الدین ہے، ان کا نام خلکان اس وجہ سے پڑا کہ دراصل ان کا تکیہ کلام
کہتے تھے، جب ان سے چھوڑنے کے لئے کہا "خل کان" یعنی کان کو چھوڑ دو، تو ایسا اتنا مشہور ہوگیا کہ ان کا نام پڑ
(ملفوظات فقیہ الامت ص ۳۹)

[2] ابن جوزی: نام عبدالرحمن ہے، مسلک حنبلی، اور وطن بغداد تھا، ولادت ۵۰۸ھ میں اور وفات ۵۹۷
ھ میں ہوئی، ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی، حافظ ابن رجب نے ذیل الطبقات الحنابلہ میں ابن جوزی کے تذکرہ
میں لکھا ہے کہ کوئی فن ایسا نہیں جس میں آپکی تصنیف نہ ہو، ان سے ابن جوزی کے تصانیف کے بارے میں پوچھا گ
فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں بیس سے متجاوز ہوگی، وہ ان میں بعض بیس جلدوں میں ہیں، اور کئی کی صرف ایک کاپی ہے، ابن جو
اپنا وقت بالکل ضائع نہ کرتے تھے، ہر روز چار کاپیاں لکھتے تھے، آپ بیٹے کو نصیحت نامہ (لفتة الكبد في نصيحة
الولد) میں لکھتے ہیں بیٹے دیکھو! زندگی کے ایام گھڑیوں پر چلتے ہوتے ہیں، اور گھڑیاں سانسوں پر، اور ہر سانس ا
خزانہ ہے، تم اس سے اجتناب کرو کہ تمہاری کوئی سانس فائدہ سے خالی جائے، ورنہ قیامت کے دن تمہیں اپنا خز
خالی نظر آئے گا، [illegible] نے آنکھوں والا انقلاب ص ۴۰ پر نقل کیا ہے کہ ابن جوزی نے جن قلموں سے حدیث لکھی تھی،
ان کے تراشے جمع کئے گئے تو وہ اتنے ہو گئے کہ ابن جوزی نے وصیت فرمائی کہ مرنے کے بعد میرے غسل کا پانی ان
سے گرم کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، پانی گرم ہونے کے بعد بھی وہ تراشے بچ گئے، (وقت کی اہمیت شیخ عبدالفتاح
غدہ ص ۸۸)

...یب آیا تو انھوں نے وصیت فرمائی میرے غسل کا پانی میرے قلموں کے ان تراشے سے گرم
...جائے، گویا وہ پھر اتو غسل تجہیز کا ہوتا ہے وہ اتنا سب جمع ہو گیا تھا کہ اسکے ذریعہ پانی گرم
...سکتا ہے، اتنی انھوں نے اس علم کے لئے محنتیں کیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کا انہماک فی العلم :

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب[1] کے متعلق آپ بیتی میں متعدد جگہوں پر
...ہے حضرت فرماتے ہیں کہ علمی انہماک مجھے اتنا تھا کہ بعض دفعہ مجھے پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ بھوک
...لگی ہے یا نہیں؟ چنانچہ بعض مرتبہ میری بہن کھانا لیکر آتی، اور میرے منہ میں لقمے دیتی رہتی اور
...میں کتاب کا مطالعہ جاری رکھتا، ان کو پتہ ہی نہیں اور پھر بعد میں تو یہ عالم تھا کہ ایک وقت کا کھانا
...چھوڑ دیا، اور اس وقت کو مکمل حصول علم میں لگا دیا، میرے پورے طلبہ یہ محنتیں تھی ہمارے
...بزرگوں کی اور ان کے پیش نظر اللہ تعالی نے ان سے دین کی خوب خدمت لی۔

میں نے آنکھوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے:

ہمارے حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی[2] ایک مرتبہ کسی مسئلہ کی تلاش و جستجو
...میں لگے رہے پورے دن کتابوں میں مشغول رہے، یہاں تک کہ آنکھ میں درد محسوس ہوا آنکھ
...میں کچھ ضعف آ گیا، کمزوری آ گئی، تو ڈاکٹر کو بتلایا کہ بصارت میں کچھ ضعف محسوس ہو رہا ہے،
...ڈاکٹر نے بتلایا کہ آنکھ پر پریشر آ گیا ہے، اس وجہ سے آنکھ میں کمزوری آ گئی ہے، حضرت نے
...بتایا ہی نہیں کہ مطالعہ کی وجہ سے ہوا ہے، ڈاکٹر نے سمجھا کہ کوئی خارجی پریشر ہوگا، اصل میں وہ
...حضرت مطالعہ کا پریشر تھا جسکی بنیاد پر آنکھ میں کمزوری آ گئی، حضرت فرماتے ہیں کہ کوئی شخص
...یہ شکایت نہیں کر سکتا کہ تو نے میری آنکھوں سے کام نہیں لیا ہے، اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالی نے

---

[1] حضرت شیخ کے حالات جواہر علمیہ ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

[2] حضرت مفتی محمود الحسن صاحب کے حالات جواہر علمیہ ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

علق جب میں انجمن کے اختتامی جلسہ پر اکل کوا گیا تھا، تو ایک ساتھی وہاں آئے تھے وہ
ار ہے تھے کہ ایک مرتبہ میں ایم، پی، سی میں کھڑا تھا، مجھ سے آگے حضرت مفتی صاحب بھی
جود تھے، سب لائن میں کھڑے تھے، لمبی لائن تھی، حضرت مفتی صاحب کے پاس تھیلے میں
تاب تھی، میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب لائن میں کھڑے کھڑے کتاب دیکھ رہے
ں چار گھنٹے تک میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب برابر کتاب دیکھ رہے ہیں، قریب میں
فن آدمی لڑ رہے تھے، میں نے جا کر پوچھا کہ حضرت! وہ لڑ رہے تھے آپ کو کچھ پتہ نہیں چلا؟
مایا کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا، میں تو پڑھتا ہی رہا اور کتاب دیکھتا ہی رہا، تب جا کر اللہ تعالیٰ نے
ں یہ بلند مقام عطا کیا ہے، اس سے پہلے والے سال ۱۴۳۰ھ میں یہاں اشرفیہ کے سالانہ
اس میں تشریف لائے تھے، اس وقت فرما رہے تھے کہ اشرفیہ میں میں ۹ سال رہا، اس وقت
ا معمول تھا کہ روزانہ درسیات اور ان کے متعلق شروحات و حواشی دیکھنے کے علاوہ روزانہ کے
سو صفحات عربی کتاب کا مطالعہ کرتا تھا۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی :

اس لئے ضرورت ہے کہ ہم محنت کریں، طالب علم کے اندر جب تک محنت نہیں ہوگی،
ب تک کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے، شاعر کہتا ہے۔

بقدر الكد تكتسب المعالي . . . من طلب العلى سهر الليالي

س کو بھی بلند مرتبہ چاہئے، راتوں کی بیداری اس کے لئے ضروری ہے، جتنی محنت ہوگی اتنا ہی
تعالیٰ عطا فرمائے گا، حضرت شیخ زکریا نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ راتوں کا جاگنا ہم نے اہل
رب سے سیکھا، اہل عرب بڑے مضبوط ہوتے ہیں، وہ راتوں کو جاگتے ہیں۔

شیخ اجمیری کا طلب علم میں انہماک:

ہمارے حضرت شیخ اجمیری فرماتے تھے میں نے دورۂ حدیث کے سال سنہ ۸۸
حضرت نے فرمایا کہ ''امتحان کا زمانہ آیا جس سال میں جلالین پڑھ رہا تھا تو میں نے دو دن
پوری جلالین دیکھ لی'' اور بخاری شریف جلد ثانی کا پرچہ تھا تو پوری بخاری شریف جلد ثانی چار د
میں میں نے مطالعہ کرلی تھی۔

بہرحال بتلانا یہ ہے کہ بغیر محنت کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی، اور محنت کے
بھی کوئی طریقہ اور وطیرہ چاہئے، بے ڈھنگی محنت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، محنت طور طری
سے ہو۔

شعبہ انجمن کا مقصد:

مجھے اس وقت خاص اسی شعبے سے متعلق دو باتیں عرض کرنی ہے۔

عزیز طلبا! اس وقت ہمارے سامنے ''انجمن اصلاح الرسوم'' کا افتتاحی جلسہ ہے
کا مقصد آپ سب جانتے ہیں کہ آج دنیا میں بڑے اور اچھے خطیبوں اور واعظوں کی ضرور
ہے اس لئے ہمیں یہاں انجمن اصلاح الرسوم کے اندر مشق کرائی جاتی ہے تاکہ ہمارے اند
اتنی صلاحیت پیدا ہوجائے کہ ہم اچھی تقریر، بیان اور وعظ لوگوں کے سامنے پیش کرسکیں۔

وقت کی قدر کیجئے:

عربی اول سے لیکر دورۂ حدیث تک یہ سات سال اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرماتے ہیں،
بڑا ہی قیمتی وقت ہے، لیکن افسوس کہ سات سات سال گذر جاتے ہیں، پھر بھی ہم فار
ہونے کے بعد پانچ منٹ، دس منٹ کوئی سنجیدہ تقریر نہیں کرسکتے، معلوم ہوا کہ ہم غفلت میں

---

۱ حضرت شیخ اجمیری صاحب کے حالات جواہر علمیہ ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

...ت گذار دیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ نے قیمتی اوقات دئے ہیں، انگریزوں کا مقولہ ہے کہ time is gol... کہ وقت تو سونا ہے، اہل عرب کہتے ہیں "الوقت الحیاۃ" کہ وقت تو ایک زندگی ہے ... جو لوگ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ زندہ ہیں اور جو وقت برباد کرتے ہیں وہ مردہ ہیں تو ...رے یہ جو اوقات ہیں ان میں سے بعض تو مدرسہ کی طرف سے منظم ہیں، انھیں اوقات میں ...تھوڑا سا وقت ہمیں اس فن کے سیکھنے اور اس کی مشق و تمرین کے لئے نکالنا ہے۔

وعظ میں قرآن وحدیث کی بات ہو:

آپ ذہن سے محنت کریں گے تو ان شاء اللہ اچھے سے اچھے مقرر بن سکتے ہیں، ایک ...دھا سادہ اور آسان طریقہ جو اس وقت میرے ذہن میں ہے بتاؤں! شاید نفع بخش ہو، اچھی ...ریر اور اچھا وعظ کہنے کے لئے سب سے پہلے تو دو بنیادی باتیں ہیں حضرت مفتی محمود الحسن ...حب گنگوہی فرماتے ہیں کہ سب سے اچھی تقریر وہ ہے جس میں قرآن وحدیث کی باتیں ...ن کی جائے، ہماری پہلی نظر قرآن وحدیث پر ہونی چاہئے۔

ہمارے طلبہ کی حالت:

اب ہمارے طلبہ عربی اول سے لیکر دورۂ حدیث تک کے طلبہ تقریر میں حصہ لیتے ...ں، اور پندرہ دن میں ایک مرتبہ باری آتی ہے، اس میں بھی دس یا پندرہ منٹ بولنا ہوتا ہے، اب ...ازہ لگائیں کہ پندرہ دن کے اندر بھی ہم اتنی محنت نہیں کر پاتے کہ دس منٹ بول لیں تو آخر ہمارا ...ان آنا کس مقصد کے لئے ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف ٹائم پاس کرتے ہیں، پندرہ ...ن کے اندر بھی ہم دس منٹ کی تقریر کی تیاری نہ کر سکے اس سے زیادہ افسوس ناک موڑ ہماری ...دگی کا کوئی نہیں ہو سکتا!!! کھڑے ہو گئے بھائیو! دوستو! اور بزرگو! "بہت مصروف رہا کوئی بیان ...ہیں کیا" وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین بات ختم ہو گئی، اب آپ

...ہے کہ حضرت جبرئیل تشریف لائے، حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے ان کی زیارت کی، پوری ...یث بیان کر دیں تو پندرہ منٹ ہو جائیں گے، بہت آسان ہے، کوئی مشکل نہیں۔

حدیث کی کونسی کتابیں دیکھیں:

اس کے لئے پہلے ہم ایک عنوان تیار کر لیں، مثلاً: نماز بے نماز کے فضائل کے سلسلے میں ...فضائل اعمال" میں حضرت شیخؒ نے کتنی احادیث ذکر کی ہیں، مبتدی طلبہ "فضائل اعمال" ...ھیں، اور جو متوسط طلبہ ہیں وہ "ریاض الصالحین" کی احادیث یاد کریں۔ اور جو منتہی ہیں وہ" ...کوۃ شریف" کی احادیث یاد کریں، مشکوۃ شریف کا ترجمہ، مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

مشکوۃ شریف کی اہمیت پر حکیم الاسلامؒ کا ملفوظ:

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ[1] فرماتے تھے کہ میرا جی چاہتا ...لیے "مشکوۃ شریف" کا ایک چھوٹا سا کتابچہ بناؤں اور ہر وقت اسے جیب میں رکھوں، اللہ تعالیٰ ...ضرت کی قبر کو نور سے بھر دے، اگر آج حضرت زندہ ہوتے تو بہت خوش ہوتے کہ مشکوۃ تو کیا ...رول کتب حدیث و کتب تفسیر موبائل کی چپ (memory card) کے اندر ہوتی ...ے، جیب میں لے کر گھومتے رہو اور اس سے استفادہ کرو، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود ...رے طلبہ چونکہ موبائل میں ان کے بہت اعلیٰ اعلیٰ مقصد چھپے ہوتے ہیں کہ موبائل سے ...ری نہیں آتے، اسی میں مشغول رہتے ہیں، اور یہ جو علمی مقاصد ہیں ان کی طرف توجہ نہیں ...تی، بہر حال ضرورت ہے کہ ہم مقصد کی طرف توجہ دیں۔

---

[1] حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے حالات "نوادر علیہ" ج ۲ کتاب ملاحظہ ہو۔

بعث بعد الموت پر بیان:

اسی طرح ایک اور بات 'بعث بعد الموت' کو لے لیں، آج کتنے ہی لوگ مر کر پھر ز
ہونے کے منکر ہیں، پہلے بھی اسکے انکار کرنے والے رہے ہیں، قرآن کریم نے مر کر پھر ز
ہونے پر سینکڑوں دلائل دیئے، کچھ واقعات بھی بیان کئے، مثلاً: حضرت عزیر علیہ السلام کا وا
کہ وہ راستے سے جارہے ہیں اللہ نے انہیں موت دیدی، انکا گدھا مر گیا، تین چار صدیاں چنا
اللہ نے ان کو بھی زندہ کردیا، اور انکے گدھے کو بھی زندہ کردیا[1] کھانا جیسا تھا ویسا ہی رہا، وہ آبا
فلسطین کی جہاں سے گذر رہے تھے، وہ بھی پھر سے آباد ہوگئی، ایسے ہی قرآن نے اصحاب کہف
کا واقعہ بیان کیا کہ دیکھو! یہ لوگ تین سو سے زیادہ سال سوتے رہے، پھر اللہ نے ان کو زندہ کیا
ایسے واقعات قرآن سے منتخب کریں، مشکوۃ شریف سے احادیث منتخب کریں، ابوداؤد اور ترمذ
شریف کے باب الادب سے احادیث منتخب کریں۔

پندرہ دن میں سے پانچ دن مضمون جمع کریں، روزانہ ایک ایک، دو، دو، حدیث ایک
تفسیر کا قول، بزرگوں کے واقعات جو معتبر اور مستند ہو بیان کریں تو دس پندرہ منٹ کی تقریر
کرلو، پھر دیکھو ایک سال کے اندر آپ اچھے سے اچھے مقرر بن سکتے ہیں، کوئی مشکل نہیں۔

تحدیث بالنعمہ:

تحدیث بالنعمہ کے طور پر بتلا رہا ہوں، کہ اللہ کا فضل رہا کہ پڑھنے کے زمانے
کچھ نہ کچھ کرتے رہے ہیں، مشکوۃ اور ہدایہ کے سال ہمارے کتنے ساتھی تھے جو تقریر نہی
کرتے تھے، ان سب کا احسان رہا وہ اپنا وقت مجھے دیدیتے تھے، تو ایک ڈیڑھ گھنٹہ تقریر
کرتا تھا، دو پہر کھانے کے بعد کتابیں دیکھنے کا تھوڑا سا انتظام بنایا تھا، حضرت شیخ محمد رضا اجمیر

---

[1] او کالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا قال انی یحی ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ
مائۃ عام ثم بعثہ [پارہ نمبر ۳ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۵۹]

...ت اللہ علیہ کی درسگاہ میں اس وقت کتابوں کا ذخیرہ تھا، اس میں سے کوئی تفسیر، کوئی حدیث کی
...تاب دیکھ کر کوئی نہ کوئی مضمون ذہن میں رکھ لیتا تھا۔ اور انجمن کا صدر رہا پورے سال میں ایک
...سورۃ اقرء باسمِ پر تقریر کی تھی، بہرحال اللہ کا فضل رہا کہ اب کبھی ایسا موقع آتا ہے کہ
...تکلف بنا دیتے ہیں، جیسے آج حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے بروقت مجھے فرمایا کہ
...چار باتیں سنا دیں تو میں سوچ رہا تھا کہ کیا بیان کروں، بس کچھ باتیں نکل گئیں کہ یہ چیزیں
...رے نے قابلِ غور ہے، بہرحال محنت کا ایک طریقہ ہے، اس طریقہ سے ہم اچھے سے اچھا وعظ
...بیان تیار کر سکتے ہیں۔

بات معتبر و مستند ہو:

دوسری بات یہ ہے کہ کچھ آداب بھی ہیں تھوڑی دیر وہ بتا دوں، ایک تو ہمارے
...لئے یہ ضروری ہے کہ بیان کے اندر قرآن پاک کی آیات اور اس کی معتبر تفاسیر اور احادیث مبارکہ کو
...ن کریں، حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب[1] مرحوم اس کا شکوہ کرتے تھے کہ عوام نے ہمارے
...لویوں کو بگاڑ دیا ہے کہ بس ہمارے مولوی لوگ وعظ و واہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری واہ واہ کیسے
...ریں؟ تو اسکے لئے کوئی نئی بات بیان کر دوں، اس کی سند کا کوئی ٹھکانا نہیں، منکرات واقعات ب...
...ر دیا، لوگ کہیں گے اوہو! کیا عجیب بات بیان کر دی، سبحان اللہ! اس کا حوالہ، اس کی سند کوئی
...روایت ہے؟ اس کا کیا مقام ہے؟ کچھ پتہ نہیں، بس لوگ اس کو لیکر چلتے ہو جاتے ہیں اور بعض
...ہ یہی چیز فتنہ کا سبب ہو جاتی ہے، اس لئے ہم بیان کے اندر ہمیشہ قرآن کریم اور حدیث کی
...ند باتیں بیان کریں، پھر آپ کسی بھی مسلک کے لوگوں میں بیان کریں، کسی کی ہمت نہیں کہ
...آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ پر اعتراض کریں، لہٰذا اگر اللہ نے آپ کو صلاحیت دی ہے تو حوالوں کے
ساتھ ہی بیان کریں۔

---

[1] حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب کے حالات تراجم علماء میں ملاحظہ فرمائیں۔

اکابرین کے واقعات بھی اللہ کا لشکر ہیں:

دوسری بات: حضرات صحابہ کرامؓ، اور ہمارے اکابرینؒ کے واقعات بھی بیان کرنے
چاہئے، جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر اثر ہوگا، حکایات صحابہ میں حضرت شیخؒ نے جنید
بغدادی[1] کا ملفوظ لکھا ہے "کہ بزرگوں کے واقعات بھی اللہ کا لشکر ہیں"، جیسے: اللہ کا لشکر لوگوں کو
فتح کرلیتا ہے، اسی طرح بزرگوں کے واقعات انسانوں کے دلوں کو فتح کرلیتے ہیں۔

مولانا پیر ذوالفقار صاحب مدظلہ کی زندگی میں انقلاب:

حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی دامت برکاتہم[2] کے مواعظ لوگوں میں کتنے پھیلے
ہیں، لوگوں میں ان کا چرچا ہے، وہ کالج میں پڑھتے تھے، ان کی زندگی کا رخ کیسے بدلا؟ ایک

---

[1] حضرت جنید بغدادیؒ کے حالات زندگی: آپ حضرت سقطی کے بھانجے اور مرید تھے، اور حضرت محاسبی
کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے، آپ بحر شریعت و طریقت کے شناور، انوار الٰہی کے مخزن و منبع اور مکمل علوم پر دسترس
رکھتے تھے، اسی وجہ سے اہل زمانہ آپ کو شیخ الشیوخ، زاہد کامل اور علم و عمل کا سرچشمہ تسلیم کرتے تھے، اور آپ کو سید الطائفہ
لسان القوم، طاؤس العلماء، اور سلطان المحققین کے خطاب سے نوازا تھا۔ کسی نے حضرت سقطی سے سوال کیا کہ کیا کبھی مرید
کا درجہ مرشد سے بھی بلند ہوتا ہے، فرمایا بے شک جس طرح جنید میرا مرید ہے لیکن مراتب میں مجھ سے زیادہ ہے، آپ
کی وفات، ۲۹۷ھ میں ہوئی، جس وقت جنازہ اٹھارہے تھے تو ایک کبوتر پلنگ کے ایک کونے پر آکر بیٹھ گیا، اور جب
اس کو اڑانے کی سعی کی گئی تو اس نے کہا کہ میرے پنجے محبت کی میخ سے کونے پر گڑے ہوئے ہیں، اور آج حضرت جنید کا
قالب ملائکہ کا نصیب بن گیا ہے، اگر تم لوگ جنازہ کے ساتھ نہ ہوتے تو میت سفید باز کی طرح ہوا کے دوش پر پرواز
کرتی۔

[2] حضرت مولانا کی پیدائش یکم اپریل ۱۹۵۳ء کو جھنگ کے گھرل خاندان میں ہوئی۔ آپ تمام بھائیوں اور
بہنوں میں چھوٹے ہیں۔ آپ نے ناظرہ قرآن پاک جناب قاری نور محمد رسول صاحب سے پڑھا، اور اسکول کے ساتھ کئی
دینی کتابیں بھی پڑھ لی۔ آپ کے پہلے شیخ و مرشد حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ ہیں جن سے آپ نے غائبانہ بیعت کرلی تھی۔
آپ کی بیعت ثانی حضرت مرشد عالمؒ سے ہیں، چنانچہ حضرت نے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ آپ کی اہلیہ حضرت
پیر محمد عبد المالک صدیقیؒ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہے۔ حضرت مولانا کی زبان میں اللہ نے عجیب تاثیر رکھی ہیں،
جس کی وجہ سے آپ عام و خاص میں مقبول ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت والا کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ (بحوالہ: حیات حبیب)

بزرگ کے واقعہ سے انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت شیخ زکریا کی "فضائل اعمال" کی تعلیم میں بیٹھا تھا، تعلیم میں سنا کہ حضرت شیخ علی جرجانی نے ۴۰ برس روٹی نہیں کھائی صرف ستو پھانکا یا گھول کر پی لیا، لوگوں نے کہا کہ حضرت! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ روٹی کھانے اور چبانے میں بہت دیر لگتی ہے، ستو میں دیر نہیں لگتی تھوڑا پھانک لیا اور گھول کر پی لیا، بات ختم ہوگئی، میں نے اندازہ لگایا کہ روٹی چبانے میں اور ستو پھانکنے میں یہ فرق ہے کہ چبانے میں دیر لگتی ہے وہاں تک کہ میں ستو پھانکنے کے بعد ۷۰ مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیتا ہوں، اس لئے میں نے روٹی کھانی چھوڑ دی، حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کا مجھ پر اثر ہوا کہ ایسے بھی اللہ والے گزرے ہیں، تو میں نے بھی کام کاج کرتے ہوئے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا، پورے دن میری زبان پر یہی ورد رہتا تھا، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ میرے دل میں گدگدی پیدا ہوئی، یعنی اندر دل کانپنے لگا، میں سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کوئی بیماری ہوگئی ہے؟ یہاں تک کہ میں نے اپنے دل کو بڑے رومال سے مضبوط باندھ لیا، پیچھے سے آگے تک رہتا کہ وہ گدگدی کم ہو جائے، لیکن وہ کچھ کم نہ ہوئی تو ایک بزرگ کے پاس گیا اور ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے بتلایا کہ اللہ کے ذکر کی کثرت کی وجہ سے آپ کا دل جاری ہو گیا ہے، دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوگئی ہے، جلدی سے کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرو، چنانچہ میں حضرت مولانا زوار حسین صاحب نقشبندیؒ جو پڑوس کے ملک میں بڑے فقیہ گزرے ہیں "عمدۃ الفقہ" ان کی بڑی عمدہ تصنیف ہے، ان کے پاس گیا، اور ان سے بیعت ہوا، ان کے بعد مولانا غلام حبیب نقشبندی[1] سے تعلق رکھا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آج پوری دنیا میں مشہور کر دیا

---

[1] حضرت مولانا پیر غلام حبیب صاحب نقشبندی مجددی [illegible] ... [illegible]

جتلانا یہ ہے کہ بزرگوں اور اللہ والوں کے واقعات سے دلوں میں انقلاب پیدا ہوتا ہے، کہاں
کالج کا اسٹوڈنٹ (studant) جہاں ہر طرف عریانیت بے پردگی، کفر وضلالت کی باتیں
کہاں اس کالج میں ایک آدمی اللہ والا بن گیا، اس لئے خصوصاً حکایات صحابہ دیکھیں، ہمارے
مدارس عربی کے طلبہ کے لئے اتنا ہی ہے کہ وہ "معارف الحدیث" مولانا منظور صاحب نعمانی صاحب[۱]
کی "فضائل اعمال" "حکایات صحابہ" وغیرہ دیکھیں، ان میں آپ کو بڑا ذخیرہ مل جائیگا عربی تفسیر
دیکھنی ہو تو تفسیر ابن کثیر دیکھ لیں، بہر حال اس طریقہ سے ہمیں محنت کرنی ہے، اور معتمد باتیں
لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے، ایسی پھس پھسی اور کمزور بات کہ جس پر
لوگ اعتراض کریں، ایسی بات ہرگز اپنی زبان سے نہیں نکالنی چاہئے۔

...... دیکھ لئے تو تصدیق و تکمیل کیلئے آپ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خدمت میں "مسکین پور"
بھیجا حضرت قریشیؒ کئی دن تک مراقبات میں توجہات دیتے رہے بالآخر شادمانی پا کر ۱۴ شعبان ۱۳۵۱ھ کو مریدین کے مجمع میں
خلعت خلافت سے نوازا اس اجازت و خلافت کے بعد آپ کو حضرت مولانا عبد المالک صدیقیؒ نے بھی سند اجازت مرحمت فرمائی
آپ نے یورپ و افریقہ کے بہت سے ممالک میں شریعت و طریقت کی ترویج و تعلیم کی خوب ہی خوب خدمت انجام دی، اور بہت
سے لوگوں کو بدعت سے سنت و ہدایت کی روشنی میں لائے اور باطنی لذات و کیفیات سے آشنا کیا، آپ کی وفات کا سانحہ ۱۰ ۱۴۱۱ھ مطابق
دسمبر ۱۹۹۰ء کو پیش آیا، نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبد الرحمن صاحب نے پڑھائی۔ (مشائخ نقشبندیہ
مجددیہ ص ۳۸۴ ناشر مکتبہ دار المعارف)

[۱] مولانا منظور نعمانی: آپ کا وطن سنبھل ہے وہیں ۱۸ شوال ۱۳۲۳ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم پہلے سنبھل میں
پھر کچھ دن مدرسہ چلہ امروہہ میں پھر دار العلوم مئو (ضلع اعظم گڑھ) میں پڑھا، آخر میں دار العلوم دیوبند میں دو سال رہ کر
۱۳۴۵ھ میں دورۂ حدیث کے امتحان میں سب سے زیادہ کامیابی کے نمبر حاصل کئے فراغت کے بعد امروہہ کے مدرسہ چلہ میں
چند سال درس و تدریس میں گزارے چار سال تک دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بحیثیت شیخ الحدیث کے درس دیا، آپ ادارہ کے
کامیاب مضمون نگار اور مصنف ہیں، ان کی تصانیف عام فہم ہوتی ہیں، طرز نگارش سادہ سلیس اور شگفتہ ہے، عوام و خواص دونوں حلقوں
میں ان کی کتابیں مقبول اور پسندیدہ ہیں، ۱۳۶۲ھ میں دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے، آپ مجلس کے سب سے
فعال ممبر ہیں اور بہت باقاعدگی کے ساتھ مجلس شوریٰ اور مجلس علماء کے اجلاس میں شرکت فرماتے ہیں۔ (تاریخ دار العلوم ج ۲ ص
ناشر مکتبہ دار العلوم دیوبند)

انداز بیان میں مجمع کے حالات مدنظر ہو:

ایک بات یہ ہے کہ جیسا ماحول ہو اس اعتبار سے انداز بیان اختیار کرنا چاہئے، حضرت
مولانا یعقوب نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ[1] فرماتے ہیں کہ "مجھے دو چیزیں بہت ناپسند ہیں، ایک بیان ا
تقریر میں لغت اور دوسرا تحریر میں الجھاؤ" فرماتے ہیں کہ تقریر اور وعظ کا مقصد لوگوں کو سمجھ
ہے اور تحریر کا مقصد یہ ہے کہ لوگ پڑھ کر سمجھ جائیں، جب مقصود سمجھانا ہے تو پھر ہم خواہ مخ
کیوں اردو عربی کے ایسے الفاظ استعمال کریں کہ لوگ سمجھ ہی نہ پائیں، پھر تو اس کا مقصد
حاصل نہ ہوا، اور الجھاؤ والی کوئی بات لکھے تو اس سے کیا فائدہ؟ لوگ سمجھے ہی نہیں تو لکھ کر وقت
کیوں ضائع کریں؟ اس لئے جن لوگوں کے سامنے ہم بات کر رہے ہیں وہ بھی ہمارے سامنے
ہونی چاہئے، موقع محل کے اعتبار سے بات ہو، یہی اصل فصاحت و بلاغت ہے۔

فصاحت و بلاغت:

اونچے اونچے الفاظ استعمال کرنا فصاحت و بلاغت نہیں ہے، ایک مولوی صاحب
تھے، ان کو مختصر المعانی پڑھانے کے لئے دیدی گئی، اور وہ بڑی محنت سے پڑھاتے تھے، لیک

---

[1] حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ۔ دارالعلوم کے اس عظیم منصب پر سب سے پہلے حضرت مولانا
یعقوب نانوتویؒ فائز ہوئے، انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مملوک علیؒ اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ۔
تحصیل علوم کی تھی۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی ۱۳ / صفر ۱۲۴۹ھ کو نانوتہ میں پیدا ہوئے، منظور احمد غلام حسین
شمس الضحیٰ ان کے تاریخی نام ہیں، قرآن مجید نانوتہ میں حفظ کیا، محرم ۱۲۶۰ھ میں جب ان کی عمر گیارہ سال کی
حضرت مولانا یعقوبؒ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے سلوک و معرفت کے مقامات طے کئے تھے، اکثر جذ
وکیف کی حالت طاری رہتی تھی، دنیوی علائق کی جانب مطلق توجہ نہ تھی۔ شب شنبہ یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ جناب مو
محمد یعقوب صاحب اچانک بعد فراغت نماز عشاء در ہیضہ مبتلا شدہ، بیہوش شدند شب دو شنبہ قریب یک بجے وفا
از جہاں فانی یافت، قبر شریف ایشاں در مقام نانوتہ جانب شمال لب سڑک سہارنپور واقع باغ تو کر اور اعظمین الدین پرو
کردہ است واقع شد انا للہ وانا الیہ راجعون (تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۷۱ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

ب کو اطمینان نہیں ہوا تو طلبہ نے ادارے کے مہتمم صاحب کو شکایت کی کہ حضرت سمجھ میں نہیں
تا مہتمم صاحب نے انہیں کہا چلو کسی طرح سال تو پورا کرلو، مجھے بھی کچھ طلبہ نے اس طرح کی
ت کی کہ مختصر المعانی سمجھ میں نہیں آتی، میں نے ان طلبہ کے سامنے ایسی بات کہی کہ ان کو سمجھ
ں بھی آگئی، اور انکے دل میں استاذ صاحب کا اکرام بھی پیدا ہوگیا، میں نے کہا کہ یہ جو حضرت
لانا تشریف لائے ہیں، وہ اصل دارالعلوم سے آئے ہیں، دارالعلوم کی تعلیم کا معیار بہت
چا ہے، وہاں کے طلبہ بھی بہت اونچے ہیں وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ یہ دارالعلوم کے طلبہ ہیں، انکو کیا
لوم کہ ہم گجراتی بھی سیدھی نہیں جانتے تو ان کا انداز بیان بہت اعلیٰ ہے، دارالعلوم کے طلبہ
ے مطابق، ان کے معیار سے یہ بیان اور تقریر کرتے ہیں انکا کوئی قصور نہیں، قصور تمہاری فہم کا
ہے اسلئے ان کے پڑھانے میں کوئی شک نہیں۔ وہ ماشاء اللہ بڑی محنت سے پڑھاتے ہیں۔
ب طلبہ سمجھ گئے کہ واقعۃً حقیقت یہی ہے کہ ہمارے اندر سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

شاگرد و مرید کی کیفیات میں استاذ و شیخ کی توجہ کا اثر:

ہمارے ایک استاذ فرماتے تھے کہ کسی طالب علم کو اگر سبق سمجھ میں نہ آئے، استاذ کی
ریر سے تشفی نہ ہو تو اس کو فخر و غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ میں تو اس درجہ پہنچ گیا کہ استاذ
ی بات بھی اب میرے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی، یہ کیا پڑھاتے ہیں تو فرمایا کہ جب استاذ
ی تقریر سے تشفی نہیں ہوئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ میری فہم کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بخشی ہے وہ بھی
ستاذ کی جوتیوں کی برکت ہے، اسی لئے بزرگوں نے فرمایا کہ ایک آدمی کسی شیخ کی مجلس میں گیا،
وہاں جاکر اس کی حالت بدل گئی، اسے توبہ کی توفیق نصیب ہوئی، پہلے کوئی عمل نہیں کرتا تھا
ب عمل پر مداومت ہوگئی تو اسکو یہ سمجھنا چاہئے کہ توبہ کی توفیق اور عمل پر مداومت میرے شیخ
ی برکت سے ہوئی، اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک وقت ہوتا ہے تب ہی توبہ کی توفیق ہوتی ہے، لیکن
ی بزرگ اور شیخ کی توجہ کا اثر ہوتا ہے۔

جیسا موقع ویسی بات:

تیسری بات یہ ہے کہ انداز بیان بھی موقع کے مناسب ہو، بعض مرتبہ پرجوش تقریر
موقع ہوتا ہے، کوئی سیاسی مجمع ہے، وہاں پر جوش تقریر ہونی چاہئے، کوئی غم کا موقع ہے، مو
میت کا ماحول ہے، وہاں ہوسکے تو بہت اطمینان سے، سکون سے، سنجیدگی سے، صبر کے کلما
کہنے چاہئے، ایک مقرر صاحب کا شادی میں بیان تھا، ظاہر ہے کہ یہ فرحت و سرور کا موقع ہ
ہے، اب انہوں نے پورا بیان موت پر کیا کہ انسان جب دولہا بنتا ہے، نئے کپڑے پہنتا ہے، اُ
سمجھنا چاہئے کہ ایک دن مجھے کفن پہنایا جائیگا، اور آج غسل کر کے آیا ہے، ایک دن اسے غس
میت دیا جائیگا، پورا بیان موت پر کیا، سارے لوگوں پر غم طاری ہو گیا، تو یہ شادی کا موقع ہے اس
بیچارے کو موت کی یاد دلا کر ابھی سے غم میں مبتلا نہیں کرنا ہے، یہ موقع اور محل سمجھنے کی ضرورت ہ
اس سے بڑا اثر ہوتا ہے، تو سیاست کے موقع پر پرجوش بات ہو، کوئی غمی کا ماحول ہو، کوئی علمی بیا
ہو، بہت سنجیدگی سے بیان کرنا چاہئے۔

علمی بیان متانت وسنجیدگی سے ہو:

یاد رہے کہ علمی بیان میں بہت کود کود کر ہاتھ ہلا ہلا کر بہت چیخنے کی چلانے کی ضرور
نہیں ہے، سنجیدگی کے ساتھ بیان کرنا چاہئے۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کو میں نے
بہت چھوٹی عمر میں دیکھا، اس وقت میری عمر صرف گیارہ، بارہ سال تھی، حضرت مہتمم صاحب
مولانا یعقوب اشرف صاحب مدظلہ العالی ۱۹۸۰ء فارغ ہوئے تھے، اس سال حضرت یہا
تشریف لائے تھے، ایک ہی مرتبہ زیارت ہوئی ہے لیکن ابھی تک نقشہ یاد ہے، حضرت قار
صاحب کو جو دیکھا کہ دو تین گھنٹے مسلسل سکون اور متانت سے بیان کرتے رہے، اور طلبہ
ساکت وصامت ہیں، اور اسی انداز میں سکون سے طلبہ کو باتیں کہے جارہے ہیں تو بیان اور و

ں متانت اور سنجیدگی کی ضرورت ہے، بہت چیخ وپکار کی ضرورت نہیں، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ے خطبوں کے سلسلہ میں آتا ہے کہ کبھی ضرورت ہوتی تو انگلی سے معمولی اشارہ کرتے تھے[1]
ا بہت زور زور سے تلوار چلانے کی ضرورت نہیں، بعض لوگ بیان کرتے ہیں تو خوب منہ
ر اُدھر ہلاتے ہیں، تو دیکھنے والوں کو کراہیت ہوتی ہے، کہ اس پر کیا آفت آگئی، تو اپنی نقل
رکت، اپنی ادا اور اپنا چہرہ بھی متانت اور وقار سے رکھنا چاہئے۔

بیان میں مجمع کے ساتھ خود کو بھی مخاطب کریں:

اسکے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ بیان میں نرمی کا پہلو غالب رہنا چاہئے، یہ بہت خیال
کھنے کی ضرورت ہے، دل خراش باتیں کبھی نہیں کرنی چاہئے، بعض لوگ ہوتے ہیں جو ہمیشہ
پنے بیان میں ایسا خطاب کرتے ہیں کہ تم نے ایسا کیا، تم نے ایسا کیا، تم ایسے ہو، تم ویسے ہو،
رے بھائی! پہلے اپنی ذات کو مخاطب کرو کہ میں ایسا ہوں، ضرورت تو اپنی اصلاح کی ہے، اس
ے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی ہے، ہمیشہ ایسا خطاب کرے کہ ہمارے حالات ایسے ہیں،
رے اندر یہ کمزوری آگئی ہے، ہمیں یہ کام کرنا چاہئے، اپنے آپ کو اس میں شامل کرنا چاہئے،
نرم انداز سے بات کہنی چاہئے۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات:

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ[2] یا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ[3] کے کوئی بھائی تھے، ایک

---

[1] حدثنا احمد بن منیع قال حدثنا هشیم حدث حصین قال سمعت عمارة بن رویبة وبشر بن
وان یخطب فرفع یدیه فی الدعاء فقال عمارة قبح الله هاتین الیدیتین القصیرتین لقد رأیت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم وما یزید علی ان یقول هکذا واشار هشیم بالسبابة (ترمذی شریف ج ا ص ۱۱۵، ۱۱۴)

[2] شاہ اسماعیل شہیدؒ شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ ولی اللہی کے یکتا عالم، جید عالم اور سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و
و کے بنیادی رکن تھے، شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ فرزند شاہ ولی اللہ کے گھر ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ء) کو دہلی میں
ا ہوئے ابتدائی تعلیم والد گرامی قدر سے حاصل کی، ان کی وفات..... بقیہ اگلے صفحہ پر.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مختصر وموثر وعظ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا، اور انھوں نے ایسی بات کہی کوئی دوسرا سنتے تو وہیں اس کو مارنا، پیٹنا شروع کردے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دیجئے، اجازت دیجئے کہ میں بدکاری کروں، صحابہؓ تو یہ سن کر غصہ میں آگئے، مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر پوچھا، اچھا بتلاؤ! کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری ماں، تمہاری بہن، تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی ایسا فعل کرے، تو کہا کہ نہیں، فرمایا کہ تم یہ پسند نہیں کرتے تو دوسرا آدمی کیسے پسند کرے گا، کہ اسکی ماں، بہن اور بیٹی کے ساتھ کوئی برا فعل کرے[1] بس نصیحت ختم ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ گھنٹہ دو گھنٹہ کا نہیں تھا اس وعظ کا اثر ہوا کہ اس نے سچے دل سے توبہ کی تو بہرحال نرمی کا بڑا اثر ہوا کرتا ہے۔

انداز بیان میں نرمی غالب ہو:

دیکھو! قرآن پاک میں ہے، حق تعالٰی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس دعوت دینے بھیجا تو کیا نصیحت کی، فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى۔ [سورۃ طه ایت ۴۴ پ ۱۶] کہ ”فرعون کو جا کر نرم بات کہنا“ حالانکہ فرعون جیسا سرکش کوئی نہیں، جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا، اس فرعون کی طرف بھیجا جا رہا ہے، تب بھی اللہ نے نرمی کا حکم فرمایا تو حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما السلام سے بڑھ کر تو ہم ہیں نہیں، اور فرعون سے بڑھ کر کوئی آدمی اس وقت گنہگار نہیں، مسلمان ہے تو بہرحال ایمان والا ہے، فرعون سے بڑھ کر کوئی سرکش ہوگا؟ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا، اور موسیٰ اور ھارون علیہما السلام سے بڑھ کر کون ڈرانے والا ہوگا؟ جب ان کو نرمی کا حکم دیا جا رہا ہے، تو ہمیں تو بطریق اولیٰ نرمی کا پہلو اختیار کرنا چاہئے، ایسی بات

[1] مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۶

کی طبیعت میں رنج اور دکھ اور تکلیف پیدا کردے، اور اس سے انسان بھاگے اور آ
جائے ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے۔

جو بات کہنی ہو پہلے سے سوچ لے:

ایک اور بات یہ کہ آدمی پہلے سے سوچ لے کہ اس موقع پر اسے کیا کہنا ہے، یہ وعظ
بیان جو ہے انسان کو پہلے محنت کرنی پڑتی ہے، پھر بعد میں یہ لیاقت پیدا ہوجاتی ہے کہ برجستہ
وعظ کرسکتا ہے، موقع ومحل کے مطابق انداز اگر سمجھانے کا ہوگا تو ان شاء اللہ بڑے سے بڑا سرکش
مان جائیگا۔

واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور امام رازیؒ کا استنباط:

امام فخر الدین رازیؒ[۱] نے بہت ہی بہترین اور قیمتی بات لکھی ہے، حضرت سلیمان علیہ
السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عجیب وغریب حکومت عطا فرمائی تھی، کہ ہوا پر تخت اڑتا تھا، چرندو پرند
پر حکومت تھی، وہ چرند و پرند آپ کے یہاں حاضر ہوتے تھے، ایک دن سلیمان علیہ السلام نے
دیکھا کہ ہدہد غائب ہے تو فرمایا، **مالی لا اری الھدھد۔** "کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو غائب
پا رہا ہوں، ہدہد نظر نہیں آرہا ہے، تھوڑی دیر کے بعد فرمایا، **لاعذبنہ عذابا شدیدا**

---

[۱] امام فخر الدین رازیؒ ۲۵ رمضان المبارک ۵۴۴ھ کو رے میں پیدا ہوئے، محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت
اور ابن الخطیب کے نام سے مشہور ہیں۔ ابتداء میں اپنے بزرگوار سے تعلیم پاتے رہے، جب ان کا انتقال ہوگیا تو
عرصہ کمال سمعانی سے استفادہ کیا۔ خداوند کریم نے ان کو تحریر بھی عطا فرمائی تھی اور تقریر بھی، تقریر کا حال یہ تھا کہ
سے مستفید ہونے کیلئے سینکڑوں کوس سے بڑے بڑے مسلم فاضل سفر کر کے آیا کرتے تھے، اور عربیوں کے علاوہ
ایک دن میں درست ہوتے تھے۔ بارہا شخص نے ان کے ساتھ مباحثہ کرنے کا بیڑا اٹھایا لیکن آخر یہ ہوا کہ
شاگردی بننا پڑا، اور یہی تحریر تو اس کا یہ حال ہے بے نظیر ہونا آج تک مسلم ہے، تحریر میں جو ترتیب دلائل اور طرز
استدلال انہوں نے اختیار کیا ہے، اس کی بابت اقرار ہے کہ وہ خود ان کی اختراع تھی، سب تحت وہ طریق ایسا
اور محدود ہے کہ آج تک اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں پایا جاتا۔ (تاریخ المشاہیر ص ۸۶ کتب خانہ نعیمیہ)

ذبحنه۔ اگر وہ کوئی صحیح عذر بیان نہیں کریگا، تو یا میں اس کو ذبح ہی کر ڈالوں گا، یا پھر اسکو سخت
دوں گا، حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی تفتیش اور حاضری لیا کرتے
تھے: یتفقد اصحابه [1] علماء نے اس سے دو مسئلے مستنبط فرمائے ہیں، کہ حاضری بھی لی جائے،
غیر حاضری پر سزا بھی دی جا سکتی ہے، جیسا مناسب حال ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں اللہ کی عظمت:

بہر حال ہد ہد غائب تھا، پھر بعد میں جب آیا تو اسنے کہا کہ میں نے ایک عورت دیکھی
ہے جو لوگوں پر حکومت کرتی ہے، لیکن بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ سورج کی پرستش کرتی
ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط دیا اور کہا جا! تیری سچائی تبھی معلوم ہو جائیگی، یہ
واقعہ قرآن نے ذکر کیا ہے۔ اس کا ایک جزء قابل بتلانا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط
اس طرح لکھا کہ: انه من سليمان و انه بسم الله الرحمن الرحيم [2] امام رازیؒ نے یہاں
عجیب نکتہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنا نام پہلے اور بسم اللہ کو بعد میں کیوں لکھا؟
من سليمان۔ پہلے اور بعد میں اللہ کا نام، بسم الله الرحمن الرحيم لکھا، یا اسلئے کہ وہ
بلقیس جو تھی وہ زبردست عورت تھی، اور بہت بڑی حکومت کی ملکہ تھی، اور متکبرہ تھی، اگر بسم
الرحمن الرحیم، پہلے ہی وہ پڑھ لیتی تو ہو سکتا تھا کہ اسکو غصہ آ جاتا اور اس خط کو پھاڑ دیتی
اللہ کے نام کی بے ادبی ہو جاتی، اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے اپنا نام اوپر لکھا
اگر غصہ آئے تو میرے نام کو پھاڑ دے، اور ایک عجیب بات ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
نے اپنا نام لفافہ پر لکھا، اور بسم الله الرحمن الرحيم، اندر کے پرچے میں لکھا تھا، کہ اگر خط
دے تو بسم الله الرحمن الرحيم بچ جائے، پھاڑنا ہو تو میرا نام پھٹ جائے اور اللہ کا نام
جائے، اتنا خیال کیا۔

---

[1] المعجم الكبير للطبراني، باب من اسمه هند بن ابي هالة التميمي وهو ج ۲۲ ص ۱۵۵
[2] تفسير المظهري ج ۷ ص ۱۸، زکریا بکڈپو

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو سمجھانے کا انداز:

بہر حال یہ ہدیہ پہنچا اور صاف جو چھوٹی سی غرب تھی، اسکے اندر سے نکل کر اس نے بلقیس
کے سینہ پر خط ڈالا، اس نے اٹھا کر خط پڑھا اور خط پڑھنے کے بعد اس نے اپنے وزیروں سے
مشورہ کیا، یہاں تک کہ پہلے بتایا گیا ہے، جو سلیمان علیہ السلام نے واپس لوٹا دیے، اور پھر یہ
تو قافلہ لیکر سلیمان علیہ السلام کے پاس پہونچی، اسکے آنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام
نے اسکا تخت بھی منگوالیا، اور اس طرح ترتیب و زینت کردی کہ اس تخت تک پہنچنے کے لئے ایک
ایسا شیشہ بچھا دیا کہ جس کو دیکھ کر وہ یہ سمجھے کہ یہ پانی بہہ رہا ہے، اور پائنچے اٹھا کر چلے، اور
مفسرین نے یہاں بہت سے نکات بیان کئے ہیں، ایک بات بتلائی ہے کہ جب وہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کے پاس پہونچی اور اس کانچ کے راستے کے قریب آئی تو اپنے پائنچے اٹھا
جانے لگی، کچھ قدم چلکر پتہ چلا کہ یہ تو پانی نہیں شیشہ ہے تو بڑی شرمندہ ہوئی کہ میں دھوکہ کھا
کہ شیشہ کو پانی سمجھ گئی، امام رازی لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اس بات
طرف توجہ دلانا چاہتے تھے کہ جیسے تو نے اس شیشہ کو پانی سمجھا اور تو دھوکہ کھا گئی، حالانکہ
شیشہ ہے پانی نہیں، ایسے ہی جس سورج کی تو پرستش کرتی ہے، اور جس کو تو نے خدا سمجھا ہے،
بہت بڑا دھوکہ ہے یہ سورج خدا نہیں۔ جیسے یہاں تو دھوکہ کھائی ایسے ہی سورج کی پرستش میں
دھوکہ کھائی کہ خدا وہ ہے جس نے اس سورج کو پیدا کیا اس دھوکے کی نشاندہی کرنی تھی، اس لئے
حضرت سلیمان علیہ السلام نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زبان سے نہیں بلکہ عملی طور پر ان کے
سامنے ایسا نقشہ پیش کیا کہ وہ حقیقت سمجھ جائے، چنانچہ بلقیس نے اسی وقت اطاعت اختیار کر
اور مسلمان ہوئی، اور اسکے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس کا نکاح بھی ہوا۔

ابن کثیر میں لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کا نکاح ہوا ہے، روایت کے اعتبار
سے یہ روایت ضعیف ہے، اس لئے اسکو بھی بتلادیا کہ عوام کے سامنے بیان کرنے کی ضرورت
نہیں ورنہ جماعت اسلامی والے خوامخواہ اعتراض کریں گے۔ یہ تو اہل علم حضرات ہیں ان سے

پوری مسجد بھری ہوئی تھی بیان ختم ہو گیا، سب لوگ روانہ ہو گئے، فقط چند لوگ باقی تھے حضر
شاہ صاحب سیڑھی سے اتر رہے تھے، ایک دیہات کا آدمی بھاگتا ہوا آیا، جیسے ہی شہ
تھا حضرت سے ملا، وہ حضرت کو پہچانتا نہیں تھا، کہنے لگا کیا بیان ختم ہو گیا؟ تو حضرت نے فر
کہ ہاں بیان ختم ہو گیا، اس نے کہا کہ بہت افسوس ہوا میں محروم رہ گیا، پوچھا کہ تم کہاں س
آئے ہو؟ کہا کہ فلاں جگہ سے آیا ہوں، سوچا کہ شاہ صاحب کا بیان ہے چلو فائدہ اٹھاؤں، فر
اچھا ایسی بات ہے تو یہاں بیٹھ جاؤ، حضرت شاہ صاحب وہیں سیڑھی پر بیٹھ گئے اور جتنی با
وعظ میں کہی تھیں ان سب باتوں کا خلاصہ ایک آدمی کے سامنے بیان کر دیا، فرمایا کہ وہ مجمع کا و
بھی اللہ کیلئے تھا اور ایک آدمی کا وعظ بھی اللہ کیلئے ہے، یہ اخلاص کی برکت ہے۔ حضرت
اسماعیل شہیدؒ کا دور ایسا تھا کہ جب دہلی کی گلیوں سے گذرتے تو ایسا بھڑکیلا اور قیمتی عطر استع
کرتے تھے کہ لوگ سمجھ جاتے کہ یہاں سے اسماعیل گئے ہیں، ایسا عطر کسی کو ملتا بھی نہ
تھا، لیکن بعد میں ایسی اصلاح ہوئی کہ ایک مرتبہ دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے تو ای
صف میں دیکھا کہ جگہ خالی ہے اور اس جگہ پانی گرا ہوا ہے جس کی وجہ سے کیچڑ ہوا ہے، دا
طرف بھی لوگ، بائیں طرف بھی لوگ اور پیچھے بھی لوگوں نے صفیں بنائی تھیں لیکن وہ جگہ خ
تھی، صف کو جوڑنے کی فضیلت ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ قدم وہ ہے جو کسی بھ
صف کو جوڑ دے، تو شاہ صاحب نے دیکھا کہ جگہ خالی ہے، فوراً جگہ پکڑی اور اس جگہ اپنی
پوری کی پوری بہترین لباس پہنے ہوئے تھے لیکن مسجد میں گئے تو ان کا سارا لباس کیچڑ کی وجہ س
گندہ ہو گیا۔ حضرت تھانویؒ نے بڑی عجیب بات لکھی ہے، ہم جیسوں سے فرماتے ہیں ک
ہمارے طلباء اور علماء عموماً لباس کے ذوق میں بہت زیادہ مشغول رہتے ہیں، اور پھر یہ حدی
بات پیش کرتے ہیں کہ "ان اللہ جمیل یحب الجمال"[1] کہ اللہ جمیل ہے اور جمال

---

[1] عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی ﷺ قال لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ ....

ہد کرتا ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے لیکن اس حدیث پر عمل وہی لوگ
رتے ہیں جن کی طبیعت میں اخلاص ہو فرماتے ہیں کہ ہم اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے ہیں لیکن
پھر میں دیکھو جہاں پنکھا نہیں وہاں کوئی کھڑا نہیں رہتا، وہاں سے دور بھاگتے ہیں کہ گرمی لگے
، اور جہاں کچھ مٹی وغیرہ ہو وہاں کھڑے نہیں ہوتے کہ کپڑے خراب ہو جائیں گے تو فرمایا اس
یث پر عمل وہی لوگ کرتے ہیں جن کی طبیعت میں اخلاص ہو۔ ایک مقرر صاحب کے متعلق
ے ایک بھائی کہنے لگے کہ وہ بیان کر رہے تھے، اور بعض لوگ ان کے بیان میں جھونکے لگا رہے
ے اور جب ایسی کوئی خاص بات نہ ہو تو جھونکے آہی جاتے ہیں، تو مقرر صاحب غصہ ہو گئے کہ
بیان اگر میں فلاں شہر میں کرتا تو نعرۂ تکبیر کی آواز بلند ہو جاتی، تو بس ہم یہی چاہتے ہیں کہ
ری واہ! واہ! ہو جائے، اور لوگوں میں خوب چرچا ہو، حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ
ماتے تھے کہ یہ واہ واہ تو کاغذ کے پھول ہیں جس میں خوشبو نہیں ہوتی، وہ کسی کام کے نہیں
تے، لوگ آج ہمیں حضرت کہتے ہیں اور کل یہی حسرت بنا دیں گے، آج کرسی پر بٹھا رہے ہیں کل
ل کسمپرسی کا حال ہوگا کہ کوئی پوچھے گا نہیں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جس انسان کو یہ فکر
تی ہے کہ وہ مرجع خلائق بن جائے، وہ بوگس آدمی ہے، فرمایا کہ انسان کو رجوع الی اللہ کی فکر
نی چاہئے، کہ میرا رجوع اللہ کی طرف ہو جائے، رجوع الی اللہ کی نعمت حاصل ہو گئی پھر ہم مرجع
س یا نہیں، کوئی ہماری بات سنے یا نہ سنے، کوئی ہماری چپلیں اٹھائے یا نہ اٹھائے ہمیں سب
ھ حاصل ہے، کیونکہ مقصد و مطلوب رجوع الی اللہ ہے، اور اگر یہ نعمت نہیں ہے، اور مرجع الی
وق بن گئے تو پھر چھلکا ہمارے پاس ہے، اور گودا اور مغز ہمارے پاس نہیں تو بہر حال ہمیں
ریر و وعظ میں اخلاص بھی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

______ مثقال ذرة من كبر قال رجل ان الرجل يحب ان يكون ثوبه حسنا و نعله حسنة قال
ان الله جميل يحب الجمال الكبر بطر الحق وغمط الناس (مسلم شريف ج ١ ص ٦٥)

مشکوٰۃ اور دورہ والے طلبہ کو ایک بات میں نے بتلائی تھی، حضرت تھانویؒ کی اس با[ت]
پر بھی عمل روزانہ کریں، حضرت فرماتے ہیں کہ اخلاص کے لئے آدمی روزانہ دعاء کرتا رہے
اے اللہ! مجھے اخلاص نصیب فرما، اے اللہ! مجھے اخلاص عطا فرما، اس طرح آدمی روزانہ اخلا[ص]
کی دعاء کرے گا تو مجھے امید ہے کہ اگر زندگی بھر بھی اسکے کاموں میں اخلاص پیدا نہیں ہوا تو
بھی دعاء کی برکت سے انشاء اللہ مخلصین میں اٹھایا جائیگا۔

اس لئے ہم دعاء کا اہتمام کریں کہ اللہ! ہمیں اخلاص دے، ریاء سے، کبر سے، عجب
اور خود پسندی سے، ہم سب کی حفاظت فرمائے، ہمارا کیا علم اور کیا یہ تحریر اور تقریر اور یہ تدریس
بڑے بڑے اکابرین اللہ سے ڈرتے تھے اور کانپتے تھے، اس لئے ہمیں دعا کا اہتمام ک[رنا]
چاہئے۔

یہ ”انجمن اصلاح الرسوم“ کے انجمن سے اگر آخر سے ”ن“ نکالدیں تو انجم رہتا ہے، انج[م]
نجم کی جمع ہے جسکے معنی ستارہ کے ہیں، اگر ہم اس میں محنت کریں گے تو لوگوں کے لئے ستارہ
جائینگے، اور لوگ ہمارے پیچھے پیچھے چلیں گے، اور اقتداء کریں گے، اور اگر انجمن کے بیچ
سے ”م“ نکالدیں گے تو اردو کے اعتبار سے انجن ہو جائیگا، اور انجن کا کام بھی یہی ہے کہ پیچھے ڈبو
کو لیکر چلے کہ امت آپ کے پیچھے چلنا چاہتی ہے، اسلئے ضرورت ہے کہ ہم محنت کریں، اور ا
اوقات کو کام میں لگائیں۔۔

اللہ تعالی سے دعا کریں کہ اللہ تعالی ہماری مدد فرمائے، اخلاص دے، اور سارے علوم نافعہ
ترقی عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

معین البخاری
علی افتتاح البخاری
حضرت مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم کا
یہ بیان ---- "مدرسہ جامعہ خیر العلوم" اودگاؤں ضلع
کولہاپور میں ہوا ہیں۔ اوائل شوال ۱۴۳۳ھ

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعو
باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا ، من یھدہ اللہ فلامضل لہ ومن یضل
فلاھادی لہ ونشھد ان لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان سیدنا ون
ومولانا محمدا عبدہ ورسلہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک
وسلم تسلیماً کثیرا، امابعد ـ فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم بسم
الرحمن الرحیم ـ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسہ
یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لف
ضلال مبین ـ (سورۃ آل عمران ایت ۱۶۴) وقال تعالی، لاتحرک بہ لسانک
لتعجل بہ ، ان علینا جمعہ وقرانہ (سورۃ القیامۃ آیت ۱۶) وقال تعالی والنج
اذاھوی ماضل صاحبکم وماغوی ، ومایتطق عن الھوی ، ان ھو الاوحی یوح
(سورۃ النجم پارہ ۲۷)

وقال النبی ﷺ ترکت فیکم امرین ، لن تضلوا ما تمسکتم بھم
کتاب اللہ وسنۃ رسولہ[1]

خدا ورا نتظار حمد ما نیست | محمد چشم برراہ ثنا نیست
محمد حامد حمد خدا بس | خدا مدح آفرین مصطفی بس

واجب الاحترام گرامی قدر حضرات مشائخ عظام ـ علماء کرام، عزیز طلباء اور دو
دراز سے تشریف لائے ہوئے مہمانان کرام ـ

---

[1] رواہ امام مالک فی الموطا ـ مشکوۃ رقم ۱۸۶

ہدایت کی دو مضبوط چیزیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری انسانیت کے لئے سرورِ کائنات، فخرِ موجودات شفیع
ذنبین ورحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کا ذریعہ بنا کر بھیجا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
ت مبارکہ کے اوپر اپنا مقدس کلام اور اس مقدس کلام کی تشریحات اللہ تعالیٰ نے بذریعہ
ی جلی اور وحی خفی نازل فرمائی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں
ہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے تھام
و میرے بعد کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکتے، ایک اللہ کی کتاب، دوسری میری سنت ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول کا نور:

چنانچہ مؤمن کے ایک ہاتھ میں کتاب اللہ اور دوسرے ہاتھ میں سنت رسول اللہ
ہے، کسی شخص کے دونوں ہاتھ درہم و دینار اور روپے پیسے سے بھرے ہوں اس کو کسی کے
منے بھیک مانگنے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ اگر کوئی دینا بھی چاہے تو وہ کہے گا کہ میرے
س جگہ ہی کہاں ہے کہ میں لوں، ایسے ہی ایک مؤمن کی زندگی میں کتاب اللہ کی دولت
س کے پاس آ گئی ہے، اب اس کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی، کسی کا طریقہ اپنانے
ی اور کسی کے سامنے گردن جھکانے کی ضرورت ہی نہیں۔

دین کی مثال چکی سی:

اسی وجہ سے ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو چکی

سے تشبیہ دی ہے کہ "ان رحی الاسلام دائرۃ فدوروا مع الکتاب حیث دار"[1]

دین کی چکی چل پڑی ہے جس طرف وہ چلی ہے اسی ڈگر پر تم بھی چل پڑو۔ تو دین کی مثال

چکی جیسی ہے، ہمارے یہاں پرانے زمانے میں عورتیں گھروں میں اپنے ہاتھوں سے چکی

چلاتی تھی، اور اناج اور دانوں کو پیستی تھی، آج بھی کچھ گھروں میں وہ پرانی چکی موجود ہے

کہ جس میں پتھر کے دو پاٹ ہوتے تھے اور بیچ میں ایک لکڑی ہوتی تھی۔

چکی سے تشبیہ دینے کی متعدد وجوہات:

چکی سے تشبیہ دینے میں متعدد وجوہات ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ: جب چکی کے

اندر دانہ ڈالا جاتا ہے، تو اسکے دو پاٹ اس کو پیس کر آٹا بنا دیتے ہیں، تو آٹا چکی کی چاروں

طرف گرتا ہے، کسی ایک پہلو میں آٹا نہیں گرتا، بلکہ چاروں طرف گرتا ہے، ایسے ہی رسول

اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین قرآن وحدیث زندگی کے ہر شعبہ اور ہر قدم کو محیط ہے، کوئی بھی

شعبہ ایسا خالی نہیں ہے کہ جس میں قرآن وحدیث کی روشنی نے ہمیں منور نہ کیا ہو، جیسے چکی کا

آٹا چاروں طرف پھیلا ہوا ہے ایسے ہی ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دین کی

تعلیمات بھی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہ جاتا جس میں حضور ﷺ

کی تعلیمات موجود نہ ہو۔

---

[1] عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: خذوا العطاء ما دام العطاء

عطاء وحبوۃ علی الدین فلا تأخذوہ ولستم بتارکیہ بمنعکم الفقر والحاجۃ الا ان رحی الاسلام دائرۃ

فدوروا مع الکتاب حیث دار الخ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ص ۹۰/۲۰ رقم ۱۷۲، وکذا فی مجمع

الزوائد ص ۲۲۷/۵ (المواھب الغالیہ ج ۱ ص ۲۹۳)

دوسری وجہ:

دوسری وجہ یہ ہے کہ عورتیں جب چکی میں دانہ پیستی ہے، اور چکی چلاتی ہے تو تھوڑی دیر میں آٹا گرتا ہے، پھر جب دانے پیس جاتی ہے تو پاٹ کو اٹھاتی ہے تو چکی کے درمیان جو لکڑی (ور) کیل ہوتی ہیں، اسکے ارد گرد کچھ دانے جمع ہو جاتے ہیں، دو پاٹ کے بیچ میں آنے کے باوجود بھی پسنے سے محفوظ اور سالم رہ جاتے ہیں، حالانکہ بڑے بڑے وزنی پتھر ہیں لیکن ان دونوں پتھروں نے ان دانوں کو نہیں پیسا، اس کی کیا وجہ ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہیکہ یہ دانے جو محفوظ اور سالم رہ گئے ہیں حقیقت میں وہ بیچ کی مضبوط کیل سے جڑ جاتے ہیں اسی بنا پر دو وزنی پتھروں کے بیچ میں آنے سے ان کی حفاظت ہو گئی، اللہ کے رسول ﷺ کا لایا ہوا دین یہ قرآن وحدیث بھی اس مضبوط کیل کی طرح ہے، اس لئے حدیث میں دین کو چکی کے ساتھ تشبیہ دی گئی، جو لوگ اس دین کی مضبوط اور بھاری بھرکم کیل (قرآن وحدیث) سے اپنے آپ کو جوڑ لیتے ہیں، اپنا تعلق جوڑا کر لیتے ہیں، اسکے مطابق زندگی بنا لیتے ہیں، تو دنیا و آخرت میں عذابوں کے بڑے بڑے پاٹ بھی ان کو پیس نہیں سکتے اللہ تعالیٰ عذاب سے ان کی حفاظت فرماتے ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

تیسری وجہ:

تیسری وجہ تشبیہ یہ بھی ہو سکتی ہیکہ جیسے ایک عورت چکی پیستی ہے تو دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ یہ عورت اپنے آپ کو اس چکی کے تابع بنائے ہوئے ہیں، وہ سیدھی

جانب چکی کو اس انداز سے گھماتی ہے کہ گویا اس نے اپنے آپ کو اس چکی کے تابع کر
ہے اور چکی متبوع ہے، بہر حال بتلانا یہ ہے کہ جیسے چکی پیسنے والا چاہے مرد ہو یا عورت ا
آپ کو چکی کے تابع بنا دیتا ہے تب جا کر اسے آٹا ملتا ہے ایسے ہی مؤمن کی کامیابی یہی
کہ وہ اپنے آپ کو قرآن و حدیث کے تابع بنا دے، تب جا کر وہ صحیح مسلمان ہوگا۔

اسی لئے شاعر نے کہا۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جز بقرآن زیستن

کہ اگر تو دنیا میں سچا اور پکا مومن بنکر زندگی گذارنا چاہتا ہے تو قرآن پاک کے بغیر مومنا
زندگی نہیں گذار سکتا ہے، پتہ چلا کہ اسلامی زندگی موقوف ہے قرآن و حدیث کی تعلیمات

چوتھی وجہ :

وجہ تشبیہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ چکی کے اندر دانے ڈالے جاتے ہیں تو
ہمارے سامنے آتا ہے، تب جا کر ہم اس کو کھاتے ہیں، اور اس سے فائدہ اٹھا
ہیں، خالی دانے انسان کھاتا نہیں ہے، نہ ہی وہ کھانے کے قابل ہوتے ہیں، اگر کھا
لے تو وہ اسکے جسم کے لئے مفید نہیں بلکہ مضر ثابت ہوتے ہیں، معلوم ہوا اس کو پیسنا ضرور
ہے تو گویا دین کو چکی کے ساتھ تشبیہ دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دین
دو بنیادیں ہیں، قرآن پاک اور احادیث مبارکہ، لیکن محض قرآن پاک کو دیکھ کر اور محض
قرآن پاک کی آیات کا مطالعہ کر کے اور ترجمہ دیکھکر کوئی شخص اپنی زندگی میں دین ا
شریعت کو لانا چاہے تو یہ ناممکن ہے۔ جیسے دانے کو پیسنے کے بعد ہی اس سے نفع اندوز
جا سکتا ہے، ایسے ہی قرآن پاک کو رسول ﷺ کی سنتوں اور آپ کی احادیث مبارکہ

...ں میں پینے کے بعد ہی قرآن سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اسکے بغیر عمل قابل قبول نہیں
...سکتا، جن لوگوں نے فقط قرآن کو حجت مانا اور حدیث کا انکار کیا اور حدیث کو چھوڑ کر فقط
...رآن پر عمل کرنے بیٹھے وہ بھی گمراہ ہو گئے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ دین کی دو بنیادیں ہیں قرآن پاک اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
...دیث مبارکہ، جیسے قرآن ھدایت کا ذریعہ ہے ایسے ہی احادیث مبارکہ بھی ھدایت کا
...ریعہ اور ھدایت کے لئے ضروری ہے اس لئے قرآن پاک میں مختلف آیات میں اس
...رف اشارہ ہے، بلکہ بعض جگہوں میں تو صراحت ہے کہ جیسے کتاب اللہ ہمارے لئے حجت
...ور واجب العمل ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ بھی ہمارے لئے حجت اور
...اجب العمل ہے اسکے بغیر دین مکمل نہیں ہوسکتا۔[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من
...نفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" (سورۃ آل
عمران پ ۴) اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان کیا کہ انہیں میں سے ایک رسول انکے پاس
...بھیجا جسکی زندگی کے تین مقاصد ہیں۔

پہلا مقصد: کلام اللہ کی تلاوت کرنا۔

دوسرا مقصد: اخلاق رذیلہ اور بری عادتوں سے ان کو پاک اور صاف کرنا۔

تیسرا مقصد: کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دینا، قرآن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
...حیات طیبہ کے یہ تین مقاصد بتلائے۔

---

[1] وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا پارہ ۲۸ سورۃ الحشر

پہلا مقصد:

پہلا تلاوت کلام اللہ، آپ ﷺ پر جو بھی قرآن اترتا، کوئی آیت، آپ ﷺ صحابہ کے سامنے پڑھکر اسے سناتے اسی طرح معاشرہ میں جو بداخلاقیاں تھی، ان کا ازالہ کرنا، زمانہ جاہلیت کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں، تو اندازہ ہوتا ہیکہ پورہ جزیرۂ عرب درندگی کا شکار تھا، کوئی انسان کسی کا خیرخواہ نہیں تھا، جان کا دشمن، مال کا دشمن، عزت کا دشمن رسول ﷺ کی بعثت کے بعد پوری انسانیت کو انسانیت کا سبق ملا، خصوصا جزیرۃ العرب میں انسانیت جو مردہ ہوچکی تھی وہ زندہ ہوگئی۔

دین کی مثال بارش کے مانند ہے:

پھر رسول ﷺ نے ایک دوسری روایت میں اپنے لائے ہوئے دین کی مثال بارش کے پانی سے دی ہے کہ میرا لایا ہوا دین "کمثل الغیث" بارش کے مانند ہے جیسے بارش کے پانی سے خشک اور مردہ زمینیں تر و تازہ ہوجاتی ہے، سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے اسی طرح آپکے لائے ہوئے دین سے مردہ دل اور مردہ روحیں زندہ ہوجاتی ہے، اور جیسے پانی کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا، ایسے ہی زندگی میں رسول ﷺ کے دین پر عمل کے بغیر کسی کا دل اور روح زندہ نہیں رہ سکتے، اس لئے بارش سے تشبیہ دی گئی۔ "مثل مابعثنی اللہ من العلم والھدی کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا"[1] بارش کی یہ خوبی ہیکہ

---

[1] عن ابی موسی عن النبی ﷺ قال مثل مابعثنی اللہ بہ من الھدی والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکان منھا نقیۃ قبلت الماء فانبت الکلأ والعشب الکثیر وکانت منھا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بھا الناس فشربوا وسقوا وزرعوا واصاب منھا طائفۃ اخری انما ھی قیعان لاتمسک ماء ولاتنبت کلأ فذالک مثل من فقہ فی دین اللہ ونفعہ بما بعثنی اللہ بہ فعلم وعلم ومثل من لم یرفع بذالک رأسا ولم یقبل ھدی اللہ الذی ارسلت بہ (بخاری شریف ج ا ص ۱۹ امشکوۃ رقم ۱۵۰)

...ورں کو ختم کر دیتی ہے، اور زمین کو تازہ اور سبزہ زار بنا دیتی ہے، ایسے ہی رسول ﷺ کا
...یا ہوا دین دل کی ویران دنیا کو آباد اور شاداب کر دیتا ہے۔

؎ خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔

وہ حضرات صحابہ جو اسلام کے آنے سے پہلے (زمانہ جاہلیت) میں بالکل ایک
...سرے کے دشمن تھے اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کی وجہ سے آپس
...ں بھائی بھائی بن گئے، بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کو انسانیت کا سبق سکھلایا، اور قیامت
...ب لوگ ان ہی کے درس انسانیت سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

بعثت کا دوسرا مقصد "تزکیہ":

الغرض اس آیت میں حضور ﷺ کی بعثت کے تین مقاصد بتلائے، تلاوت،
...کیہ، یعنی انسان میں جتنی بری عادتیں اور جتنے اخلاق رذیلہ ہوتے ہیں، کبر، حسد، کینہ،
...ض، حب جاہ، حب مال، ان سب رذائل کو دور کرنا یہ آپ کی بعثت کا مقصد تھا، کتاب
...مت کی باتیں سکھلانا بھی آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا قرآن سے لگاؤ:

رسول ﷺ جب صحابہ کرامؓ کے سامنے قرآن پڑھتے تھے، تو صحابہؓ لطف
...دوز ہوتے تھے، حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ابتداء میں حضور ﷺ اور مسلمانوں پر
...ب سال تک قیام اللیل فرض تھا، رات کی عبادت فرض تھی، پھر ایک سال بعد وہ منسوخ

۱؎ یا ایہا المزمل کے تحت آیت ۱ تفسیر مظہری ج ۱۲ ص ۱۰۳

ہوتی، پوری رات حضور ﷺ نمازوں میں قرآن پاک پڑھتے تھے اہل ایمان بھی س
تھے، بلکہ غیر مسلمین اور آپ کے جانی دشمن بھی سن کر لطف اندوز ہوتے تھے۔

قرآن سے رغبت کا واقعہ :

علامہ جلال الدین سیوطی[1] نے ''خصائص کبریٰ'' میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک
رات ابوجہل[2]، اخنس بن شریق، اور ابوسفیان[3]، تینوں حضور ﷺ کے حجرہ مبارکہ کے
قریب پہنچ گئے، اللہ کے رسول ﷺ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے، اور تلاوت بھی
اللہ کے رسول ﷺ کی تھی، پھر پوچھنا ہی کیا، خود لسان نبوت سے کلام پا
پڑھا جا رہا ہے، کتنا لطف ہوگا؟ تو یہ تینوں سن رہے تھے ان کو پتہ ہی نہ چلا کہ رات کا کو
حصہ گذر رہا ہے؟ رفتہ رفتہ صبح صادق کی ہلکی ہلکی روشنی چھٹنے لگی، دیکھا کہ اوہ! اب صبح ہو
جا رہی ہے، چلو جلدی سے بھاگ نکلیں کہ کہیں اہل مکہ دیکھ لیں گے تو کیا کہیں گے کہ ہمارے سر
محمد ﷺ کا کلام سنتے ہیں تو ہمیں بھی سننا چاہئے، اس لئے تینوں اپنی اپنی جگہ سے بھاگے
لیکن روشنی کچھ اور پھیل گئی تھی، اس لئے آپس میں تینوں کی ملاقات ہوگئی، اور ای
دوسرے سے پوچھا کہ یہاں کیسے؟ یہ صبح سویرے کہاں سے آ رہے ہو؟ آواز بھی نکا
نہیں چاہتے تھے، لیکن بتکلف کہنے لگے کہ محمد ﷺ کے قرآن نے ہمیں بے چین کر
تھا، اس کو سننے چلے گئے تھے، تینوں چونکہ حضور ﷺ کے جانی دشمن تھے ایک دوسرے
خوب غصہ نکالا کہ یہ کیا ہے؟ ہم لوگ قرآن سنیں گے تو پورے اہل مکہ قرآن سننے آ جائیں

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی کے حالات جواہر ضمیمہ ۲ میں ملاحظہ ہو۔

[2] ابوجہل کا نام عمرو ابن ہشام تھا (طبقات ابن سعد ص ۲۱)

[3] حضرت ابوسفیان کے حالات جواہر ضمیمہ ۲ میں ملاحظہ ہو۔

مسلمان ہو جائیں گے۔ چلو عہد کرلو اب کوئی نہیں جائیگا، انہوں نے عہد کرلیا اور چلے گئے،
رات ہوئی تو گذشتہ کی لذت جو وہ اپنے دلوں میں اور کانوں میں محسوس کر رہے تھے
اس کی لذت کہاں گئی؟ تو ابوجہل نے سوچا کہ یہ اساتھی تو آنیوالا نہیں ہے، چلو میں اکیلا
چلا جاتا ہوں، اور اخنس نے سوچا کہ ابوجہل اور ابوسفیان تو آنے والے نہیں ہے، عہد
ہے، چلو میں اکیلا ہی چلا جاتا ہوں، ابوسفیان بھی یہ سوچکر قرآن سننے چل دیا، ہر ایک یہ
سوچ رہا ہے کہ میں اکیلا ہی جا رہا ہوں اور تینوں وہاں جمع ہوگئے، چپکے چپکے کھڑے ہوکر
قرآن سنتے گئے، اور صبح کی ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگی تو بھاگے اور راستہ میں تینوں کا آمنا
سامنا ہوگیا تو پھر ایک دوسرے پر غصہ نکالنے لگے، نادم ہوئے اور کہا کہ چلو عہد کرلو اب
نہیں جائیں گے، پھر عہد کیا، تیسری رات میں پھر ہر ایک نے یہی سوچا کہ اب تو پختہ عہد
ہوچکا ہے، اب تو کوئی آنیوالا نہیں ہے، ہر ایک نے یہی سوچا کہ میں اکیلا ہوں اور تینوں جمع
ہوگئے، صبح میں پھر بھاگتے ہوئے ملاقات ہوئی تو اب تو انکے پاس غصہ ہونیکے الفاظ بھی
نہیں تھے، نادم ہوکر اپنی نگاہیں جھکائے ہوئے تھے، اخنس بڑا ہوشیار اور چالاک سمجھا جاتا
تھا، صبح میں اپنی لاٹھی ٹیکتے ہوئے ابوجہل کے پاس گیا، اور کہنے لگا یہ تو بتاؤ کہ اس نبی کے اور
اس قرآن کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ ابوجہل کہنے لگا کہ ان سے ہمارے خاندان کا
شروع سے جھگڑا چلا آرہا ہے، ہم ایک دوسرے پر کبھی غالب آتے ہیں، کبھی مغلوب ہوتے
ہیں، اور جب سے یہ بنو ہاشم میں محمد ﷺ پیدا ہوئے ہیں، اور انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا
ہے تو ہم یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم کوئی نبی پیدا کرے، نبی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے،
وحی بھی خدا کی طرف سے ہوتا ہے، میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ کے طرف سے نبی ہے، اور کلام
بھی اسی کا ہے، لیکن انکے ساتھ جھگڑا لگی ہے اسکی وجہ سے ہم نے بھی یہی سوچ رکھا ہے کہ ہم

توڑتے رہینگے، ہم ماننے والے نہیں ہے، پھر ابوسفیان کے پاس گیا تو اسنے بھی دبے د
الفاظ میں حضور ﷺ کی رسالت کا اور کلام پاک کی صداقت کا اعتراف کیا، اخنس نے
کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ اسکی ایک شان ہوگی، بہرحال اللہ کے رسول ﷺ جب
قرآن کی تلاوت فرماتے تو اہل ایمان تو اس سے مستفیض ہوتے ہی تھے، لیکن غیر مسلم
بھی آپکی تلاوت سن کر لطف اندوز ہوتے تھے۔

بعثت کا تیسرا مقصد۔ قرآن اور حکمت کی تعلیم :

عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ یہ تین مقاصد ہیں: ان میں تیسرا مقصد یہ کہ حض
ﷺ قرآن کی تعلیم بھی دیں، اور حکمت کی تعلیم بھی دیں، کتاب اللہ کو تو ہم سب جا
ہیں، لیکن حکمت کیا چیز ہے؟ اس کو نہیں جانتے، امام شافعیؒ[1] نے اپنی کتاب "الرسال
میں لکھا ہے کہ "سمعت من خص من اھل العلم القرآن یقول الحکمۃ س
رسول اللہ ﷺ" امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان اہل علم سے جو قرآن پاک
خاص علم رکھتے ہیں اور جن سے میں خود راضی اور خوش ہوں، یہ سنا ہے کہ کتاب اللہ میں
حکمت کا لفظ آیا ہے اس سے مراد حضور ﷺ کی احادیث اور سنتیں ہیں، امام شافعیؒ
"الموافقات" میں لکھا ہے کہ حکمت سے مراد آپ کی احادیث اور سنن ہیں، جو کتا
اللہ کی تفصیل اور تشریح ہے، محمد ابن جریر طبریؒ[2] فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ رسول ا

---

[1] امام شافعیؒ کے حالات جواہر علیہ ج ۱ ص ۲۱۲ پر ملاحظہ ہو۔

[2] امام ابن جریر طبریؒ کا مختصر تعارف: قاضی ابوعمر اور ابوالقاسم وراق کا بیان ہے کہ امام طبریؒ نے ایک
اپنے شاگردوں سے دریافت کیا کہ تم قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کیلئے تیار ہو، شاگردوں نے عرض کیا کتنی ضخیم ہوگی، فرمای
تیس ہزار اوراق، یہ سن کر شاگردوں نے کہا کہ تفسیر کے پایۂ تکمیل کو پہونچنے سے پہلے ہی ہماری عمریں تمام ہوجائیں گی،
چنانچہ انہوں نے مختصر کر کے تین ہزار اوراق میں اپنی تفسیر مکمل فرمائی، جو ۲۸۳ھ سے لیکر ۲۹۰ھ میں سات سال ک
عرصہ میں اختتام پذیر ہوئی، بعد ازاں شاگردوں سے دریافت کیا کہ تم حضرت آدم علیہ السلام ــــــــ بقیہ کلے صف

ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو احکام بتلائے اور سکھلائے کہ وہ آپ ہی سکھلا سکتے
ہیں، آپ کے علاوہ کوئی نہیں بتلا سکتا ہے قرآن میں حکمت سے مراد وہی احکام ہے۔

اور بھی دیگر مقامات پر قرآن میں ہے جیسے "سورۃ النجم" میں ہیں،
"ومایںطق عن الھوی، ان ھو الا وحی یوحی" کہ آپ ﷺ جو بھی بات اپنی زبان
مبارک سے نکالتے ہیں وہ وحی کی روشنی میں نکالتے ہیں، کلام اللہ اور اسکی آیات یہ تو وحی متلو
اور وحی جلی کہلاتی ہیں، اور ان آیات کی تشریح جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک
سے یا اپنے احوال یا اپنی تقریرات سے امت کے سامنے بتلائی اس کا نام وحی غیر متلو اور
وحی خفی ہے، اور اسکو سنن اور احادیث رسول کہا جاتا ہے۔

وحی کی مشقت اور حضور کا تحمل:

رسول ﷺ پر جب وحی اترتی تو اس اندیشہ سے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں،

... ماہچے ... سے لیکر آج تک پورے عالم کی تاریخ لکھنے کے لئے تیار ہو، شاگردوں نے پوچھا کتنی ضخیم ہوگی،
امام صاحبؒ نے وہی پہلے والا جواب دیا شاگردوں نے وہی جواب دہرایا شاگردوں کا حوصلہ شکن جواب سنکر امام طبریؒ
نے فرمایا افسوس حوصلے ختم ہو گئے پھر اختصار کے ساتھ تفسیر کے حجم کے بقدر تاریخ قلم بند کروائی اور ۲۷ ربیع الثانی
۳۰۳ھ بروز بدھ اس عظیم کتاب سے فراغت پائی، خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ علی بن عبید اللہ سمسمی کا بیان ہے کہ ابن
جریر طبریؒ نے چالیس سال ایسے گذارے ہیں جن میں چالیس اوراق یومیہ تصنیف کرنا ان کے معمولات میں شامل تھا،
ان کے شاگرد ابو محمد فرغانی کہتے ہیں کہ امام ابن جریر کے تلامذہ نے بلوغ سن لیکر وفات تک کی مدت کا حساب لگا کر ان کی
تصانیف کو اس مدت پر تقسیم کیا تو یومیہ ۱۴ اوراق کا اوسط برآمد ہوا۔

ولادت ۲۲۴ھ ہے اور وفات ۳۱۰ھ کل عمر آپ کی ۸۶ سال ہوئی، وفات سے ایک یا آدھ گھنٹے پہلے
دیکھا گیا امام طبریؒ نے کاغذ اور دوات طلب کیا اور جعفر بن محمد کے حوالے سے ایک دعا لکھی کسی نے عرض کیا کہ حضرت
اس حالت میں بھی آپ یہ زحمت فرماتے ہیں فرمایا انسان کو مرتے دم تک تحصیل علم کو ترک نہیں کرنا چاہئے، ابن جوزیؒ
نے بڑی اچھی بات کہی کسی عالم کی کتاب اس کی زندہ جاوید اولاد ہے (وقت کی اہمیت شیخ ابوغدہ ص ۲۹)

آپ ﷺ اپنی زبان مبارک سے آیات قرآنیہ کو دہراتے اور تکرار کرتے، چونکہ و
ایک ثقیل اور بوجھل شی ہے، جیسا کہ ہمارے بخاری کے پڑھنے والے ابتداء ہی میں باب بدء الو
کے ذیل میں وحی کے احکام اور اس کا بوجھ جو ہوتا تھا اس کی روایتیں پڑھیں گے، جب وحی اتر
تھی تو رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک پر سخت سردی کے زمانے میں بھی پسینہ اس طر
ٹپکتا تھا کہ جیسے موتی کی لڑیاں اور موتی کے دانے گر رہے ہیں، کبھی اونٹ پر سوار ہوتے ا
وحی کا نزول ہوتا تو اونٹ بھی بیٹھ جاتا تھا، کبھی آپ ﷺ کسی کے پہلو میں بیٹھے ہوتے جی
کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ ایک مرتبہ آپ کے پہلو میں بیٹ
ہوئے تھے، حضور ﷺ کی ران مبارک ان کی ران کے اوپر تھی، اچانک وحی نازل ہو
کوئی بڑی سورت نہیں تھی، ایک آیت بھی نہیں بلکہ آیت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اترنے کا باقی تھ
وہ اترنے والا تھا[1] بس جیسے ہی حضور ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی تو حضرت ز
بن ثابتؓ[2] فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میری ران چور چور ہو رہی ہے، ا
ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے، جب حضرت زید کو اتنا بوجھ لگتا تھا تو حضور ﷺ پر کتنا بو
ہوتا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھول جانے کے اندیشہ سے ہونٹوں کو حرکت دینا:

اس لئے اللہ کے رسول ﷺ پر ایک تو یہ بوجھ اور پھر اس کے ساتھ یہ ڈر بھی ت
کہ کہیں اللہ کا پیغام بھول نہ جاؤں اس لئے حضور ﷺ وحی کے ساتھ ساتھ خود بھی جلد

۱؎ اس وقت جو آیت اتری وہ تھی غیر اولی الضرر (انعام الباری ج ۱ ص ۲۰۳)

۲؎ زید بن ثابتؓ کے حالات ... ج ۲ ص ۱۱۸ ملاحظہ ہو

ںدی دہراتے ، اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ میرے حبیب پر ایک ہی وقت
ں دو دو مشقتیں ڈالی جائیں، اس لئے فرمایا کہ: لاتحرک به لسانک لتعجل به، ان
لینا جمعه و قرآنه فاذا قرانه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه ۔ اپنی زبان کو اس لئے
کت نہ دیں تاکہ آپ اس کو اپنے دل میں محفوظ کرلیں، اس کی فکر نہ کریں، اس قرآن
ت کو آپکے دل میں محفوظ کر دینا، اور پھر دوبارہ اس کو پڑھوا دینا یہ ہماری ذمہ داری ہے ''
نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون ''(سورۃ الدھر پ ۲۹) ہم ہی نے اس نصیحت
اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں ، اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا وعدہ کیا ہے
ں لئے آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

ثم ان علینا بیانه پھر اس قرآن پاک کی آیات کی تشریحات اور اس کا بیان بھی
رے ذمہ ہے، اسکی بھی آپ فکر نہ کیجئے ، اس سے معلوم ہوا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے آیات
آنیہ اور الفاظ قرآنیہ کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اس طرح ان آیات کا بیان اور ان کا
طلب یعنی احادیث اسکی بھی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے ، فرق اتنا ہے کہ قرآن کی
یات جبرئیل امین کے واسطے سے وحی کے ذریعہ اترتی تھی ، اور ان آیات کی معانی اور
طالب اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے آپ کے دل پر اتارتے تھے، چنانچہ قرآن پاک کی ایک
نہیں سینکڑوں آیات ایسی ہے کہ ہم عربی گرامر اور عربی زبان کو پڑھکر انکا ترجمہ کرلیں،
ب بھی ہم تو نہیں سمجھ سکیں گے، دین ہماری زندگیوں میں آہی نہیں سکتا جب تک کہ قرآن
ت کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں نہ سمجھیں ، اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک
ایت میں فرمایا ، ہمارے طلبہ مشکوۃ شریف میں بھی یہ روایت پڑھ چکے ہونگے ۔''الا''
خبردار ہو جاؤ بیشک مجھے قرآن دیا گیا اور اس جیسی ایک اور چیز بھی وحی کی گئی اب یہ چیز کیا

ہے؟ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن تو تیس پاروں میں ہمارے سامنے موجود ہے، اور ا
جیسی چیز وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اور احادیث ہیں، جو قرآن پاک کی تفسیر و تشریح ہیں

قاری محمد طیبؒ کا مشکوۃ سے لگاؤ :

ایک دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وہ بھی ہمارے طلبہ ''مشک
شریف'' میں پڑھ چکے ہیں، مشکوۃ شریف بڑی اہم کتاب ہے، ان طلبہ سے گذارش ہے
اسکو بڑی توجہ سے پڑھیں، یہ تقریباً بارہ تیرہ کتب حدیث کا خلاصہ ہے، حکیم الاسلام قار
محمد طیب[۲] صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں مشکوۃ شریف کا چھوٹا سا کتا
بنالوں، اور ہر وقت اپنے جیب میں رکھوں، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ ک
درجات بلند فرمائے، آج یہ موبائل کا دور ہے، اگر موبائل حضرت کے زمانہ میں آجات
حضرت کی تمنا پوری ہو جاتی اور حضرت اپنے ساتھ مشکوۃ ہی نہیں بلکہ ہزاروں کتابوں
اپنے جیب میں لیکر پھرتے، اتنی اہمیت تھی ان کتابوں کی، ہمارے شیخ المشائخ جن س
ہماری بخاری شریف کی سند وابستہ ہے حضرت مفتی صاحب[۳] (مفتی احمد خانپوری) دامت
برکاتہم العالیہ نے اور میں نے دار العلوم اشرفیہ میں ایک ہی شیخ سے بخاری شریف پڑھی
حضرت شیخ اجمیریؒ[۴] سے میں نے خود بھی یہ سنا اور حضرت مہتمم مولانا یعقوب اشرف

---

[۱] عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن ومثلہ
رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والدارمی ومسند احمد، مشکوۃ رقم ۱۶۳ وعن ابی رافع رضی اللہ عنہ
(ایضا)

[۲] قاری محمد طیب صاحبؒ کے حالات ''جواہر علمیہ'' ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

[۳] حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب کے حالات ''جواہر علمیہ'' ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

[۴] حضرت مولانا اجمیری صاحبؒ کے حالات ''جواہر علمیہ'' ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

...حب کے واسطے سے بھی سنا کہ جو شخص مشکوٰۃ شریف چند سال اچھی طرح پڑھائے تو
...لئے حدیث کی کوئی کتاب پڑھانا مشکل نہیں، بہت سی کتابیں اس سے حل ہو جاتی ہے

حدیث کے بغیر چارہ نہیں :

بہرحال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو ایسے حال میں نہ
...ؤں کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہو جیسا کہ کوئی آدمی اپنے مال و دولت کے نشے میں
...ب لگا کر بیٹھا ہو، عیش و عشرت میں ہو کسی چیز کی فکر نہ ہو اور وہ یہ سوچے کہ بس! میرے
...لئے تو یہ کتاب اللہ کافی ہے، اس حدیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ایسا میں ہرگز نہ پاؤں[1]
...یا اس روایت میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ کچھ لوگ اور ایک قوم ایسی بھی ہوگی، جو رسول اللہ
ﷺ کی احادیث کا انکار کرے گی، چنانچہ مستقل ایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جو اپنے آپ کو اہل
قرآن کہتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث قابل حجت اور واجب العمل نہیں ہے، بس قرآن میں
جو کچھ ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے، متعدد وجوہات سے حضرات علماء نے اس فرقہ کی
...دید کی ہے، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ[2] کی کتاب "تدوین حدیث" کا مطالعہ کریں

---

[1] عن العرباض بن ساریة ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فقال ایحسب احدکم متکئا علی اریکته یظن ان اللہ لم یحرم شیئا الا ما فی هذا القرآن الا وانی واللہ قد امرت ووعظت ونهیت عن اشیاء انها لمثل القرآن او اکثر وان اللہ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اهل الکتاب الا باذن ولا ضرب نسائهم ولا اکل ثمارهم اذا اعطوکم الذی علیهم۔ رواہ ابو داؤد فی اسنادہ۔ مشکوۃ رقم ۱۶۳

[2] حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ: آپ ۹/ربیع الاول ۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وطن میں [illegible] کی پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور ۱۳۳۲ھ میں آپ نے دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۳ھ [illegible] دورۂ حدیث کی تکمیل [illegible] دارالعلوم سے کتب حدیث کی سند حاصل کی، آپ نے علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام [illegible] شبیر احمد عثمانی اور [illegible] سے علمی اور روحانی فیض [illegible] ہونے کے ساتھ ہی آپ نے [illegible] تربیت [illegible] سے [illegible] کا سلسلہ [illegible] ...... (بقیہ اگلے صفحے پر) ....

تو اندازہ ہوگا کہ حدیث کیا ہے؟ اور اس کی کتنی ضرورت ہے؟ کتنی اہمیت ہے؟ اور یہ کہ اس کے بغیر انسان کا دین مکمل ہو ہی نہیں سکتا، اسی حدیث میں پھر حضور ﷺ نے چند باتیں بتلائی کہ دیکھو پالتو گدھا کھانا حرام ہے؟ قرآن میں نہیں ہے، میں بتلا رہا ہوں، اور دو چار چیزیں اسی طرح کی راوی نے اس حدیث کے ساتھ ذکر کی ہے۔

قرآن کا اترنا اور صحابہ کا لکھنا :

بہرحال اللہ کے رسول ﷺ پر جب وحی اترتی تھی، تو آپ ﷺ اس کو فرماتے تھے، اور صحابہ بھی اس کو یاد کرتے تھے، اور قرآن پاک کے لکھنے پر بھی متعدد صحابہ کرام مامور تھے، لیکن زیادہ سے زیادہ یاد کرنے کا نظام تھا، کیونکہ ان کے حافظے قوی تھے اور ساتھ ساتھ لکھنے کا بھی انتظام تھا، اور آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو بھی صحابہ کرام بکثرت یاد کرتے تھے، بڑے اہتمام سے یاد کرتے تھے، اور بہت سے صحابہ کرامؓ اس کو لکھتے بھی تھے، چنانچہ بخاری شریف میں امام بخاریؒ نے "**باب كتابة العلم**" کے تحت متعدد روایات ذکر کی ہے کہ علم حدیث کو لکھنا کیسا ہے؟ [2]

______ اعلیٰ حضرت کے دست حق پر بیعت کر کے سلوک و تصوف کے منازل بھی طے کرتے رہے۔ آ... کو جو عالم تھا صاحب تحریر بھی پایہ کا تھا وہی والہانہ رنگ تقریر میں بھی تھا۔ آپ نے (سورۃ انفال) کی تفسیر قرآن کی۔ پانچ سو صفحے لکھ چکے تھے کہ مرقانی نے جواب دیا اور ۵۸ سال کی عمر پر ... ۱۷ شوال ... ادھر ... رحمت فرمائی۔ اپنے وطن گیلان ہی میں مدفون ہوئی (علماء اشرفیہ ... دار الاشاعت دیوبند)

[1] ألا إن ما حرم رسول الله ﷺ كما حرم الله ألا لا يحل لكم الحمار الأهلي ولا كل ذي ناب من السباع ولا لقطة معاهد إلا أن يستغني عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه فإن لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه. رواه أبو داود مشكوة ١٦٣

[2] حضور ﷺ نے ایک انصاری صحابی کو حکم دیا اس نے استعن بیمینک اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو (یعنی لکھو) ترمذی کتاب العلم حدیث ۲۶۶۶ ۔ وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ بلغوا عني ولو آية رواه البخاري مشكوة ١٩٨

حضرت علیؓ کے متعلق روافض کی غلط فہمی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق روافض میں یہ بات مشہور تھی کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک
یفہ ہے، جسکے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو جو وصیتیں فرمائی تھی وہ اس میں موجود
ں، چنانچہ حضرت علیؓ سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ آپکے پاس جو صحیفہ ہے اسکیں
یا ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس میں دیات، قصاص اور قیدیوں کے سلسلہ کی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث ہیں اسکے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
یات قصاص اور قیدیوں کے سلسلہ کی جو روایتیں بیان فرمائی تھی، حضرت علیؓ نے ان کو
ھکر اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔

حدیثوں کا لکھنا، اور حضور کا اجازت دینا:

اسی طرح ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو سب
ے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے اس لئے کہ وہ حضور

---

۱ حضرت علیؓ کے حالات "جواہر نعمیہ" ج ا میں ملاحظہ ہو۔

۲ عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ قال قلت لعلی رضی اللہ عنہ ھل عندکم کتاب؟ قال لا الا کتاب اللہ او فھم اعطیہ رجل
سلم او مافی ھذہ الصحیفۃ قلت وما فی ھذہ الصحیفۃ قال العقل وفکاک الاسیر ولا یقتل مسلم بکافر۔ رواہ
بخاری۔ حدیث ۱۱۱

۳ حضرت ابوھریرہؓ کے حالات "جواہر نعمیہ" ج ا ص ۱۵۵ پر ملاحظہ ہو۔

۴ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص: نام عبداللہ، ابو محمد اور ابو عبدالرحمن کنیت تھی، والد کا نام عمرو بن العاص
والدہ ماجدہ کا نام ریطہ بنت منبہ تھا۔ اپنے والد سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۳) آپ کا
حلقۂ درس بہت وسیع تھا اور یہ اپنے تلامذہ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے رات کا اکثر حصہ
عبادت میں گزارتے تھے اور تیسرے دن قرآن ختم کرتے تھے (بخاری) آپ کی وفات ۶۵ھ میں مقام طائف میں
ہوئی، اس زمانے میں مروان ابن الحکم اور عبداللہ بن زبیر کی جنگ ہو رہی تھی اس لئے لوگوں نے ان کے گھر ہی میں دفن
کر دیا، کیونکہ جنازہ کو قبرستان تک پہونچانا بھی مشکل تھا، آپ سے سات سو روایات کتب احادیث میں ملتی ہے، جن
میں سے ۱۷ روایات میں بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں اور ۸ روایت بخاری میں اور ۲۰ مسلم میں الگ ہیں۔ (تہذیب
التہذیب ج ۵ ص ۳۰۸)

صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا" مسند احمد" وغیرہ میں ہے کہ عبد اللہ بن عمرو نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ جو باتیں ہمارے سامنے ارشاد فرماتے ہیں ہمارے لئے ان کو یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے تو کیا ہم ان کو لکھ نہ لیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں لکھ لو، چنانچہ عبد اللہ بن عمرو لکھا کرتے تھے، ایک مرتبہ قریش کے کچھ نوجوانوں نے ان سے کہا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کیوں لکھ لیتے ہو، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی بات مذاق میں اور کبھی غصے میں فرماتے ہیں، اس لئے ہر بات نہ لکھا کرو، تو عبد اللہ بن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر یہ بات عرض کی کہ بعض لوگ مجھے لکھنے سے منع کرتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اکتب لکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا، چاہے کسی بھی حال میں ہوں، چنانچہ عبد اللہ بن عمرو کا لکھا ہوا نسخہ صحابہ کرام میں صحیفہ صادقہ کے نام سے مشہور تھا، معلوم ہوا کہ احادیث کے لکھنے کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع ہوا ہے، اور ایک صحابی ہے "سمرہ بن جندب"[1] ان کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث لکھی ہوئی تھی، ان کی روایتیں کتب احادیث میں موجود ہے[2] ابوداؤد شریف میں بھی چند احادیث ہیں، ابوداؤد میں ان کی جو روایتیں ہیں اسکی ایک خاص علامت ہے کہ جس روایت میں اما بعد سے جو مضمون شروع ہوتا ہے وہ انہیں کی طرف منسوب ہوتی ہے

---

[1] سمرہ بن جندب: سمرۃ بن جندب الفزاری، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی روایت نقل کرتے ہے بصرہ میں انتقال ہوا ۵۹ھ میں۔

[2] بخاری شریف کتاب الجہاد باب الصبر عند القتال حدیث ۲۸۳۳۔

حضرت ابوھریرہؓ کے دوشاگرد تھے، ہمام ابن منبہؒ[1] اور وھب بن منبہؒ[2] یہ دونوں حضرت ابوھریرہؓ کی روایات کو لکھتے بھی تھے اور نقل بھی کرتے تھے، ہمام ابن منبہؒ کی بہت سی روایات مسند احمد میں بھی ہے اور مسلم شریف میں بھی ان سے بعض روایات آئی ہیں۔

(اور ہمام ابن منبہؒ نے ابوھریرہؓ سے جو روایتیں سنکر جمع کی تھی اس مجموعہ کا نام صحیفہ ہمام ابن منبہؒ ہے جو ۱۴۰۶ھ کا لکھا ہوا ہے، اور دائرۃ المعارف سے شائع بھی ہوا ہے، ، ہمارے دار العلوم اشرفیہ کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے)... بین القوسین مرتب کی طرف سے بڑھایا ہوا ہے.....

عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ جیسے قرآن کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا اور اسکا مستقل نظام بنایا ہے ایسے ہی احادیث مبارکہ جو حقیقت میں قرآن کی تفسیر وتشریح ہے اسکی

---

[1] ہمام ابن منبہ وھب ابن منبہ کے بڑے بھائی ہیں اور آپ بھی حضرت ابوھریرہؓ کے شاگردوں میں سے ہیں آپ نے جو مجموعہ حدیث حاصل کیا وہ آپ نے اپنے شاگرد ابن راشد کے سپرد کر دیا اور ان سے یہ مجموعہ ان کے شاگرد عبد الرحمن ابن ھمام ابن نافع کو ملا، ان سے لیکر حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں نقل کیا، اور حضرت ھمام ابن منبہ فارسی النسل تھے آپ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہے، حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کا زمانہ اور آپ کا زمانہ ایک ہی ہے اور آپ کی کنیت ابو عقبہ تھی (طبقات ابن سعد ج۵ ص ۳۰۸)

[2] وھب ابن منبہ: وھب ابن منبہ کنیت ابو عبد اللہ اور نسبت یمانی وصنعانی، آپ کا شمار بھی تابعین میں ہوتا ہے، ان کے والد خراسان میں ہرات کے رہنے والے تھے آپ کی پیدائش ۳۴ھ میں ہوئی اس وقت آپ کے والد مستقل طور پر یمن میں رہتے تھے آپ نے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ حضرت ابوھریرہؓ عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص اور ابو سعید خدری حضرت جابرؓ سے احادیث روایت کی ہیں، آپ کے شاگردوں میں ان کے بیٹے عبد اللہ ابن وھب، وعبد الرحمن اور امام بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی وترمذی ہیں، ان کی مرویات کو اپنی کتب میں جگہ دی ہے، ایک قول کے مطابق آپ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک وھب ثقہ تھا۔

حفاظت کا نظام بھی صحابہ کرام کے ذریعہ چلایا ہے۔ اور حضرت ابوھریرۃؓ کو مکثرین فی الحدیث کہا گیا۔

مکثرین فی الحدیث کس کو کہتے ہیں؟:

بہت سے صحابہ کرام ہیں جو مکثرین فی الحدیث کہلاتے ہیں، یعنی وہ صحابہ جن سے ایک ہزار یا اس سے زیادہ احادیث منقول ہو، ابھی حضرت ابوھریرہ کا ارشاد نقل کیا گیا وہ عبداللہ بن عمروؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ عبداللہ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابوھریرۃ ان سے زیادہ احادیث کو جاننے والے تھے، تو پھر انھوں نے ایسا کیوں کہا؟ اسکی متعدد توجیہات کی گئی ہے، ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ چونکہ حضرت ابوھریرہؓ کا قیام مدینۃ العلم اور مدینۃ الرسول میں رہا، اس نے ان کی روایات کے ناقلین بڑی تعداد میں رہے، اور عبداللہ بن عمروؓ چونکہ کوفہ یا بصرہ چلے گئے اس لئے ان سے ناقلین کی تعداد کم رہی، دوسری وجہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت ابوھریرہؓ نے یہ بیان کیا اسکے کے اعتبار سے، اسوقت عبداللہ بن عمروؓ کی مرویات زیادہ ہیں، لیکن بعد میں جب روایات کو جمع کیا گیا تو حضرت ابوھریرہؓ کی روایات زیادہ نکلی، ۵۳۷۴، یا ۵۳۷۵، روایات حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے، حضرت عائشہ سے ۲۲۱۰ کے قریب احادیث مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ۲۰۰۰ سے زیادہ احادیث مروی ہے، متعدد صحابہ کرام ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اسطرح جمع فرماتے تھے۔

اسماء الرجال کے ذریعہ حدیثوں کی حفاظت:

عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی
ادیث کی حفاظت کے لئے امت میں یہ نظام بنایا ہے، اور احادیث کے نقل کرنے کے
سلسلہ میں متعدد فنون وجود میں آئے، جن میں ایک عظیم ترین فن اسماء الرجال کا ہے،
س میں ان احادیث کے نقل کرنے والے محدثین کے پورے حالات ہوتے ہیں، کہ اس
یث کو فلاں فلاں محدث نے حضور ﷺ تک نقل کی ہے، تو ان محدثین کے حالات کہ
اپنے زمانے میں کیسے تھے، ان کے اخلاق وعادات اور دیانت وذکاوت کا مفصل
رف فن رجال میں ہوتا ہے، اور اسکے لئے ائمہ فن رجال نے قرآن وحدیث کی روشنی
ں بڑے ہی باریک اصول بنائیں ہیں، جسکی بناء پر قریب ۵ لاکھ محدثین کے حالات
ب تک محفوظ ہیں، جیسا کہ "علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ[1] نے کسی انگریز ڈاکٹر کے حوالے سے
ھا ہے کہ اس فن رجال کی برکت سے اسی زمانہ کے قریباً ۵ لاکھ افراد کے حالات اب تک
کل محفوظ ہے، جس وقت وسائل بالکل نہ ہونے کے برابر تھے، اندازہ لگائیں کہ ان

---

[1] علامہ سید سلیمان ندویؒ: سید الملت، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، کاروان تھانوی کے مایہ ناز افراد
ں سے تھے، آپ کے والد ماجد حکیم سید ابو الحسن صاحب ندوی مرحوم ایک ممتاز عالم دین تھے، آپ ۲۳/ صفر ۱۳۰۲ھ
مطابق ۲۲/ نومبر ۱۸۸۴ء کو دیسنہ ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۰۱ء میں اعلیٰ تعلیم کیلئے
ۃ العلماء لکھنو میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۶ء میں فارغ ہو کر تکمیل کی سند حاصل کی، آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے
ے محب ومحبوب تھے، ساری عمر حکیم الامت کے مسلک ومشرب پر قائم رہے، اور ۲۲/ نومبر ۱۹۵۳ء کو رحلت فرمائی،
روں عقیدت مندوں نے کراچی میں حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور شیخ الاسلام علامہ
ر احمد عثمانیؒ کے پہلو میں اسلامیہ کالج کراچی میں تدفین عمل میں آئی۔ (سلسلہ امدادیہ کے سو بڑے علماء ص ۴۵۔
الاشاعت دیوبند)

احادیث مبارکہ کی حفاظت اور اس کو امت کے آخری طبقہ تک پہنچانے کے لئے محدثین کرام نے کتنی محنتیں کی ہوں گی ، اللہ تعالیٰ ان کو ساری امت کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائیں، اور ان کے درجات کو بلند فرمائیں۔

بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ جو کہ قرآن کریم کی تفسیر و تشریح ہے اسکی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نظام بنایا کہ صحابہ کرام اسے یاد بھی کرتے تھے اور لکھتے بھی تھے، اسی طرح ان احادیث کو اپنے تلامذہ کے سامنے روایت اور نقل کرنے کا بھی خاص اہتمام تھا، اسی طرح پھر ان کے تلامذہ درجہ بدرجہ یہ احادیث نفوس سے نفوس میں منتقل ہوئی اور ساتھ میں لکھنے کا بھی نظم تھا، یہاں تک کہ پھر حدیث کی متعدد کتب وجود میں آگئی۔

حدیث کو جمع کرنے والے پہلے شخص کون؟ :

احادیث مبارکہ کو جمع کرنے والا سب سے پہلے کون شخص ہے؟ اس سلسلہ میں علماء کے دو قول ہے، جیسا کہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی[1] اور بعض دوسرے محدثین کا یہ کہنا ہے کہ سب

---

[1] ابن حجر عسقلانی: احمد نام، ابوالفضل کنیت، شہاب الدین لقب، اور ابن حجر عرف ہے، آپ کا نسب یہ ہے: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی العسقلانی المصری ثم القاہری الشافعی۔ لیکن حافظ ابن فہد نے لحظ الالحاظ میں اور علامہ سیوطی نے طبقات الحفاظ میں اس طرح بیان کیا: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن احمد۔ آپ ۱۲ شعبان ۷۷۳ھ کو پیدا ہوئے، مقام ولادت مصر کا عسقلان کا ایک قریہ بتایا جاتا ہے۔ ۷۸۴ھ کے آخر میں جبکہ آپ بارہ سال کے تھے، وصی کی معیت میں حج بیت اللہ تشریف لے گئے اور ایک سال تک برابر حرم میں ہی مقیم رہے، آپ نے کئی حج کئے اور طلب حدیث میں بہت سے شہروں کا سفر کیا، آپ کو قوت حافظہ اور ذکاوت خداداد تھی۔ وفات: ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ ۸۵۲ھ کو ہفتہ کی رات عشاء کے بعد انتقال کر گئے، ہفتہ کے دن نماز ظہر سے قبل ایک جم غفیر نے باہر مصلی المؤمنین میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کی تصانیف: حافظ نے حدیث، رجال اور تاریخ وغیرہ پر لکھا ہے۔ ۔ بقیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

احادیث کو الگ الگ ابواب میں جمع کیا، لیکن اس وقت یہ تھا کہ "کتاب الطہارت"
احادیث کا ایک نسخہ الگ ہے "کتاب الصلوٰۃ" کی احادیث دوسرے نسخہ میں ہے، اس
ابواب کی احادیث ایک مجموعہ میں اور تمام الحدیثین ایک ساتھ نہیں تھی جیسا کہ آج ہے۔

تیسرا طبقہ: ۱۵۰ھ سے ۲۰۰ھ تک ہے جن محدثین نے احادیث مبارکہ کو
وترتیب کا کام کیا ان میں بہت سارے نام ہیں، مثلاً حضرت سفیان ثوری[1] اور امام اوزاعی
امام مالک[3] اسی طرح حماد بن سلمہ[4] وغیرہ متعدد محدثین گذرے ہیں کہ جنہوں نے ا
سے بھی زیادہ وسیع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو پیش کیا، ایک ہی کتاب کے اندر
در باب احادیث کو جمع کیا، یہ تیسرا طبقہ ہے، اس کے بعد پھر ۲۰۰ھ کے بعد ایک چوتھا ط

---

۱ حضرت سفیان ثوری کے حالات "جواہر علمیہ" ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

۲ حضرت امام اوزاعی کے حالات "جواہر علمیہ" ج ۲ میں ملاحظہ ہو۔

۳ امام مالک: پیدائش ۹۳ھ میں ہوئی۔ (اسماء رجال مشکوٰۃ) اور بعض نے ۹۰ھ اور بعض نے ۹۴ھ
بعض نے ۹۷ھ بھی بیان کیا ہے (احوال المصنفین)
آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ میں ہوا۔ (اسماء رجال مشکوٰۃ) اور بعض نے ۱۷۸ھ بیان کیا (سیر الصحابہ ج ۹
ص ۲۹۰) امام مالک کا نسب یہ ہے ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث بن غیمان بن
الاصبحی المدنی۔

۴ نام حماد، ابو سلمہ کنیت تھی، بنو تمیم کے غلام تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں پتہ نہیں چ
کہاں سے حاصل کی، البتہ اس وقت بصرہ دینی علوم کا مرکز تھا، اور ادب و لغت نحو و صرف کا بھی چرچا تھا تو غالب یہی
کہ حماد نے وہ تمام علوم میں کمال حاصل کیا ہوگا، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ ان اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے سب
پہلے سعید ابن ابی عروبہ کے ساتھ تصنیف و تالیف میں حصہ لیا، دوسری جگہ امام ذہبی نے دوسرے الفاظ کے ساتھ
ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ آپ نے تابعین کے کثیر گروہ سے استفادہ کیا، آپ کے فقہ و حدیث کے درس
بعد والوں نے استفادہ کیا، آپ کے مشہور تلامذہ ابن جریج اور امام ابوداؤد طیالسی وغیرہ ہیں، آپ کی وفات بصرہ
۱۶۷ھ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں، ابن حجر فرماتے ہیں کہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور آپ کی عمر ۸۰ سال ہوئی۔

...روع ہوتا ہے، اسکے اندر ان حضرات نے حضور ﷺ کی احادیث کو جمع کیا، جس میں
...ضور ﷺ کی ہر طرح کی ان کے مجموعہ میں موجود تھی، جو صحاح کے درجہ کی تھی وہ بھی،
...ر جو ضعاف کے درجہ کی تھی وہ بھی، اس چوتھے طبقہ میں امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ کا
...م خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

اسکے بعد پانچواں طبقہ ان محدثین کا ایسا آیا کہ انھوں نے بہت زیادہ چھان بین
...ر کے ہر حدیث کے راویوں کے حالات معلوم کر کے اور بڑے اہتمام سے جدوجہد کے
...تھ حضور ﷺ کی احادیث صحیحہ کو اپنی کتاب میں جمع فرمایا، ان میں محدثین کے سرخیل
...ضرت امام بخاری ہے انہوں نے حضور کی احادیث صحیحہ کے انضباط کا بڑا اہتمام کیا، اسی
...رح امام مسلم نے بھی صحت کا پورا اہتمام کیا ہے، امام ابوداؤد، امام ترمذی، اور امام نسائی
...ہ وہ نے اپنی کتابوں کے اندر صحاح کے ساتھ حسان کو بھی نقل کیا ہے، جیسے کہ ابوداؤد میں
...ض روایتیں ضعیف ہیں، اور ابن ماجہ میں بھی کچھ روایات ضعیف ہیں، ورنہ امام بخاری
...ر امام مسلم نے زیادہ سے زیادہ صحت کا اہتمام کیا ہے۔

بہر حال اسوقت ہمارے سامنے امام بخاری کی یہ بڑی مقدس اور بابرکت کتاب
...ہے جسکا نام " الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول الله صلى الله
...لیہ وسلم و سننه و ایامه " بخاری کا یہ پورا نام ہے،

الجامع: یعنی وہ کتاب جس میں حدیث کے آٹھ ابواب ہوں، جو ہمارے طلباء
...س کتاب میں پڑھینگے امام بخاری نے انہیں اس کتاب میں جمع کیا، جس کو یاد رکھنے کیلئے
...س شعر کو یاد رکھنا بہت مفید ہوگا۔

... سیر و آداب و تفسیر و عقائد فتن اشراط و احکام و مناقب

الصحیح: یعنی ایک وہ صحیح احادیث کے جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے
المسند: یعنی مرفوع احادیث اس لئے کہ سند متصل کے ساتھ مرفوع روایات نقل کی ہیں ا
جو آثار وغیرہ مذکور ہیں وہ ضمناً ہیں۔
المختصر: یعنی ساری صحیح احادیث بخاری شریف میں آ گئی ہوں ایسا ضرور
نہیں ہے بہت ساری صحیح احادیث دیگر کتب احادیث کے اندر مذکور ہے۔ جیسا کہ ا
بخاری کا قول ہے: ما ادخلت فی ھذا الکتاب الا ما صح وترکت من الصحاح ک
لا یطول الکتاب۔
من امور: اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مراد ہیں اور بعض سے افعال اور ا
سے غزوات اور ان تمام واقعات کی طرف اشارہ ہے جو آپ کی عہد مبارک میں پیش
آئے۔ بہر حال ان محدثین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ہم تک پہنچانے کے لئے کیا محنت
کی ہیں کہ خود حدیث کے فنون کو کتنی باریک بینی اور دقیق نظر سے علماء نے قریب سا
(۲۰) تک شمار کیا ہے، اور جب فنون حدیث اتنے ہیں پھر محدثین نے احادیث پر کتنا کام
ہوگا؟ بہر حال یہ امام بخاری کی بڑی مقدس اور باعظمت کتاب ہے، اس میں رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو صحت کے ساتھ جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔
حضرت امام بخاری کی پیدائش کے متعلق دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ
/شوال ۱۹۴ھ کو بخارا میں آپ کی پیدائش ہوئی، اور دوسرا قول جو زیادہ صحیح ہے وہ یہ کہ
/شوال ۱۹۴ھ بعد جمعہ آپ کی ولادت ہوئی، امام بخاری کے والدین نیک صالح اور م
پرہیزگار تھے، ان کی زندگی کا اثر امام بخاری کو بچپن ہی سے مل گیا، جب امام بخاری
تھے اسی وقت آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور تربیت کی ساری ذمہ داری والدہ ماج
پر آ گئی

امام بخاری :

امام بخاری کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب امیر المؤمنین فی الحدیث ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبہ الجعفی۔ عام طور پر تاریخ کی کتابوں میں امام بخاری کا نسب بردزبہ تک مذکور ہے، البتہ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں بردزبہ کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ بردزبہ اور بردزبہ کے احوال سے تاریخ خاموش ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: بردزبہ فارسی لفظ ہے اور اہل بخارا یہ لفظ کاشتکار کے لئے استعمال کرتے ہیں یہ مغیرہ کے والد تھے، یہ مجوسی تھے اور کفر کی حالت میں انتقال کر گئے، اور مغیرہ جو امام بخاری کے پردادا ہیں بخارا کے حاکم "یمان ابن اخنس جعفی" کے ہاتھ پر اسلام لائے، یمان عربی الاصل تھے قبیلہ جعفی سے تعلق تھا، اور امام بخاری کا خاندان فارسی خاندان ہے جس کے ارکان خسروان ایران کے عہد میں ممتاز عہدوں پر فائز تھے، مغیرہ پہلے شخص ہیں جو حاکم بخارا یمان ابن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

امام بخاری کے ساتھ جعفی لگانے کی وجہ:

پہلے زمانہ میں تین نسبتیں ہوتی تھیں۔

ایک نسبی نسبت۔

لے بردزبہ: بفتح الباء الموحدة وسکون الراء المهملة وکسر الدال المهملة وسکون الزای المعجمة وفتح الباء الموحدة بعدها هاء

ثم باء موحدة ثم دال ... التحتیة معجمة ثم کاف ثم باء موحدة مکسورة فتحها (طبقات الشافعیة الکبری ج

... ص ۲ ماخوذ از کشف الباری ج ۱ ص ۱۳۱)

...ے پوچھا کہ ایک شخص نے کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے
...مایا: وہی اس کا مولی ہے، اس کی زندگی میں بھی اور اس کی وفات کے بعد بھی[1] تو یا اس
...یث سے احناف استدلال کرتے ہیں کہ حق ولاء اسی آدمی کو ملے گا جس کے ہاتھ پر انسان
...نے اسلام قبول کیا ہے۔ مغیرہ تو عجمی نسل تھے عربی النسل نہیں تھے، یمان جعفی عرب کے
...ہور قبیلہ "جعفی" سے نسبت رکھتے ہیں، مغیرہ نے چونکہ ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا، اسی
...ہ سے امام بخاری اور ان کے اجداد کو جعفی کہا جانے لگا، یعنی جس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا
...س کے خاندان سے ان کی نسبت جوڑ دی گئی۔

ایک شبہ کا جواب:

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، حالانکہ امام بخاری کی کوئی اولاد نہیں تھی پھر کیسے
...عبد اللہ کہا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ سے
...ض کیا تھا یا رسول اللہ! آپ کی سب بیویوں کی کنیت ہے، میری کوئی کنیت نہیں تو حضور
...ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھانجے "عبد اللہ" کے نام پر کنیت رکھ لو، معلوم ہوا کہ اولاد کی

...ا قول صحیح نہیں) [illegible] آپ کی کنیت [illegible] ہے۔ [illegible] سے پہلے آپ
[illegible] قبول اسلام کے بعد [illegible] کی طرف منتقل ہو گئے [illegible] کے قول کے مطابق
[illegible] اہل الکتابین [illegible] آپ [illegible] کے [illegible] نے آپ کو [illegible]
[illegible] فاروقؓ نے [illegible]
[illegible] ابی بن کعب [illegible] آپ [illegible] اسلام تھے اس لئے آپ کی
[illegible] الصحابہ [illegible]

[1] عن تمیم الداری انہ قال یا رسول اللہ فقال یزید ان تمیما قال یا رسول اللہ ما السنۃ فی الرجل
...یسلم علی یدی الرجل من المسلمین قال ھو اولی بہ حیاہ ومماتہ وکذا قال رواہ ابو داؤد فی سننہ حدیث
[illegible]

کے نام پر کنیت رکھنا ضروری نہیں، پس ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے کسی رشتہ دار کے لڑ
کے نام پر اپنی کنیت رکھی ہو، یا ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کے یہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہو، جس
نام عبداللہ رکھا ہو پھر اس کا بچپن میں انتقال ہو گیا ہو۔

البتہ مغیرہ کے لڑکے ابراھیم ان کے حالات تراجم میں دستیاب نہیں ہیں کہ وہ کو
تھے؟ کیا تھے؟ لیکن امام بخاریؒ کے والد اسماعیل یہ خود ثقہ محدثین میں سے ہیں، چنانچہ ا
حبان نے اپنی کتاب "الثقات" میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اور امام ابن حبان کا اپنی کتا
میں نقل کر دینا یہ اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ روای ثقہ اور قابل اعتماد ہ
اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت حماد ابن زیدؒ[1] اور امام مالکؒ یہ دونوں بزرگوں سے اسماعی
نے روایت کی ہے، پتہ چلا کہ یہ دونوں بزرگ اسماعیل کے استاذ ہیں، امام بخاریؒ
رجال پر جو کتاب لکھی "التاریخ الکبیر" اس میں اپنے والد محترم اسماعیل کے بارے

---

[1] حماد بن زید: حماد نام اور ابو اسماعیل کنیت تھی والد کا نام زید تھا، جو جریر ابن حازم کے خاندان کے غلا
تھے آپ کی ولادت وطن بصرہ میں ۹۸ھ میں ہوئی ان کی امامت فی الحدیث اور جلالت شان پر علماء کا اتفاق ہے، آ
کے شیوخ میں انس ابن سیرین، ثابت البنانی، سلمہ ابن دینار وغیرہ ہیں، تلامذہ میں جلیل القدر تبع تابعین میں سے ایک بڑ
تعداد بھی شامل ہے عبدالرحمن ابن مہدی، علی بن مدنی، عبداللہ ابن مبارک، ابن وھب، سفیان ابن عیینہ، سلیمان ابن حر
وغیرہ ہیں۔

کتابت حدیث: مشہور محدث ابو ایوب سختیانیؒ کی خدمت میں بیس سال تک رہنے کی سعادت نصیب ہوئی آپ کہتے ہیں
اس طویل مدت میں سوائے حماد کے احادیث کو کوئی نہیں لکھتا تھا، ابن خشک کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ ابن ع
سے دریافت کیا کہ کیا حماد لکھنا بھی جانتے تھے؟ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ بارش کے دن میں حماد کے پاس آیا تو میں نے
دیکھا کہ وہ لکھتے جاتے تھے اور پھر پھونک مار کر اس کو خشک کرتے تھے حصول علم کے بعد آپ کی بینائی بھی جاتی ر
لیکن اس کا اثر اپنے علم و فضل پر نہیں آنے دیا علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ وہ امام عالی مقام ہیں جن کی جلالت شان اور ا
مرتبہ پر سب کا اتفاق ہے ابن مہدی فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے چار امام ہیں کوفہ میں ثوری حجاز میں مالکؒ شا
میں اوزاعیؒ اور بصرہ میں حماد ابن زید۔ (العبر ج ۱ ص ۲۷۴)

ورہ دو شیخ کے علاوہ حضرت عبداللہ ابن مبارک" سے مصافی کا بھی ذکر کیا، گویا ان کی
قات عبداللہ ابن مبارک سے ثابت ہے، اس سے پتہ چلا کہ آپ کے والد محترم بھی ثقہ
دثین میں سے تھے، "کان والدہ ابو الحسن اسماعیل بن ابراھیم بن العلماء
ورعین" (طبقات الشافعیہ الکبری ج ۲/ ص ۲۱۳/) تقویٰ اور ورع کا یہ عالم
کہ انتقال کے وقت کثیر مال ترکہ میں چھوڑا لیکن فرماتے تھے کہ ایک درہم بھی حرام یا
مشتبہ نہیں ہے، ایسے طیب اور حلال مال امام بخاری کی پرورش میں استعمال ہوا، ظاہر ی
ت ہے کہ جس کے پیٹ میں اتنے حلال کمائی کے لقمے پہنچے ہو اللہ تعالیٰ اس کو اتنے اونچے
رتبہ پر پہنچا ئیگا ہی، امام بخاری اس درجہ پر پہنچے کہ دنیا بھر میں ان کی کتاب کو "اصح
کتب" بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کہا گیا۔

امام بخاریؒ کی ولادت:

بعض حضرات کا خیال ہے کہ ۱۲/ شوال ۱۹۴ھ کو ہوئی، جبکہ راجح قول کے
مطابق آپ کی ولادت ۱۳/ شوال ۱۹۴ھ بعد نماز جمعہ بخارا میں ہوئی، آپکی ولادت کے
بعد کچھ ہی عرصہ میں والد محترم کا انتقال ہو گیا تو تربیت کی ساری ذمہ داری والدہ ماجدہ پر
آئی، ادھر اسی بچپن میں امام بخاری کی بینائی زائل ہوگئی، جس سے والدہ کو بہت صدمہ ہوا
بڑی عبادت گذار اور خدا رسیدہ خاتون تھی، انہوں نے اللہ سے دعائیں کی تو ایک مرتبہ
ت کو خواب میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی تو انہوں نے بشارت سنائی کہ
تمہاری دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی بینائی لوٹا دی ہے، علامہ تاج
الدین سبکیؒ نے لکھا ہے کہ گرمی دھوپ میں طلب علم کیلئے سفر سے پھر دوبارہ بینائی جاتی رہی

خراسان پہنچے کسی نے سر کے بال صاف کرانے اور گل خطمی کے عرق لگانے کا مشورہ د

اس سے بینائی پھر واپس لوٹ آئی۔

مکتب کی تعلیم:

اللہ تعالیٰ نے امام بخاریؒ کو بچپن ہی سے غیر معمولی صلاحیتیں عطا فرمائی تھی، شرو
میں والدہ نے ان کو مکتب میں قرآن کریم حفظ کرنے کیلئے بٹھایا، امام بخاریؒ خود ہی فرما
ہیں "**الهمت حفظ الحديث**" یعنی میں مکتب میں قرآن مجید پڑھتا تھا، اس وقت ا
تبارک وتعالیٰ نے میرے قلب پر القاء فرمایا کہ میں حدیثیں یاد کروں، چنانچہ جب مکت
سے فارغ ہوئے دسویں سال میں قدم رکھا تو تحصیل حدیث کا شوق پیدا ہوا، اور آپ
اتنی حدیثیں حفظ کر لی گئیں دس سال کی عمر میں ایک بہت بڑے محدث امام داخلیؒ کے در
میں جانے لگے۔ اور رفتہ رفتہ اللہ نے احادیث و اسانید سے اتنی مناسبت عطا فرمادی کہ ا
بخاریؒ خود ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے استاذ حضرت محدث داخلیؒ نے ای
حدیث بیان کی، اور اس کی سند یوں پڑھی "سفیان عن ابی الزبیر عن ابراهیم" تو ا
بخاریؒ نے استاذ محترم سے کہا کہ "ابو الزبیر لم یرو عن ابراهیم" یعنی ابو الزبیر نے ابر
سے کوئی روایت نقل نہیں کی، امام داخلیؒ نے آپ کی بات تسلیم نہیں کی، اور اصل کتا
دیکھنے کیلئے مکان تشریف لے گئے۔ وہاں اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور باہر آکر فرمایا، میں
جو بات غلط تھی تم آپ بتائیں؟ امام بخاریؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے، زبیر ابن عدی تھے
کہ ابو زبیر، امام داخلیؒ یہ سن کر حیران رہ گئے، اور امام بخاریؒ کی تصویب کی، یہ واقعہ ا

صوف کی عمر کے گیارہویں سال کا ہے، جب آپ سولہ سال کے ہوئے تو عبداللہ ابن
ارکؒ کی تمام کتابیں یاد کرلی، اور امام وکیع[۱] کی کتابیں بھی ازبر کرلیں، جب اللہ تعالیٰ کسی
دے سے کام لینا چاہتے ہیں تو بچپن ہی سے ایسے آثار ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں، سولہ
ل کی عمر میں دوسرے محدثین کے پاس علم حاصل کرنا شروع کیا، اور اس غرض کیلئے مختلف

---

[۱] حضرت وکیع بن جراح: نام ونسب: وکیع اور ابوعبدالرحمن الرواسی کنیت تھی، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے کہ
یع بن جراح بن ملیح بن عدی ابن الفرس ابن سفیان بن الحارث بن عمرو ابن عبید بن رواس بن کلاب بن ربیعہ بن عامر
ن صعصعہ قبیلہ قیس عیلان کی ایک شاخ ہے، رواس کی نسبت سے رواسی کہلاتے ہیں۔ ولادت: امام وکیع ۱۲۹ھ میں مقام
فہ میں پیدا ہوئے مگر بغدادی نے بسند امام وکیع کا یہ قول نقل کیا ہے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی ولادت
ب ہوئی تو فرمایا "ولدت سنة ثمان عشرين ومائة" کہ میری ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی اکثر محققین کی رائے ہے کہ
پ اصلاً کوفی تھے مگر بعض کا خیال ہے کہ نیشاپور کے استو ۱ نامی ایک گاؤں کو حاصل ہے۔
صول علم: جب ہم امام وکیع کے اساتذہ کی طویل فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے حصول علم کے
لئے کئی مشقتیں جھیلی ہوگی مگر اس تپی تلن اور جذبہ صادق نے انہیں اعلیٰ مقام پر فائز کیا چند اساتذہ کے نام یہ ہے: ہشام
عروہ، سلیمان الاعمش، عبداللہ ابن عون، ابن جریج، اوزاعی، سفیان ثوری، جریر بن حازم وغیرہ۔ صاحب تاریخ بغداد
ے ج ۱۳ ص ۱۵۰ لکھا ہے کہ ایک روایت کے مطابق امام وکیع امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ارشد تلامذہ ابویوسف اور امام
زفرؒ سے بھی سماعت حدیث کی تھی۔

تلامذہ: امام وکیع کے تلامذہ میں یحییٰ بن معین، اور عبداللہ ابن مبارک، احمد ابن حنبل عباس بن غالب
راقی ابراہیم بن سعد الجوہری وغیرہ اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا کہ ابراہیم ابن عبداللہ القصار آخری شاگرد ہیں۔

وفات: ۱۹۷ھ میں زیارت حرمین کے لئے تشریف لے گئے حج سے فراغت کے بعد اسہال کی شکایت
ئی اس لئے وطن کا قصد کیا لیکن مرض شدت اختیار کرتا گیا اور کوفہ اور مکہ کے درمیان مقام فید میں پہونچے تھے کہ پیغام
ل آگیا اور علم وفضل کا یہ پیکر اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہوگیا اس وقت آپ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ آپ کی تصنیف
ں صراحت کے ساتھ صرف دو کتابوں کے نام ملتے ہیں۔ (۱) مصنف ابی سفیان (وکیع ابن جراح) کتاب السنن۔
ستطرف ص ۳۵، سیر اعلام ج ۹ ص ۱۴۵)

جگہوں کے سفر اختیار کئے اور مختلف علاقوں میں تشریف لے گئے ، واقعہ اس طرح ہوا
امام صاحب بخارا کے اندر پڑھ رہے تھے، کہ ان کی والدہ ماجدہ نے حج کو جانے کا ارا
کیا، یہ چھوٹے تھے، اور آپ کے ایک بڑے بھائی ''احمد ابن اسمٰعیل'' تھے والدہ ان
ساتھ لے کر حج کو تشریف لے گئیں، اور امام بخاریؒ بھی ساتھ چلے۔

قوت حافظہ اور حدیث کا شوق:

ایک مرتبہ علامہ بیکندی نے امام بخاری سے فرمایا کہ تم میری تصنیف پر نظر ڈا
اور جہاں غلطی ہو اصلاح کردو، تو کسی نے بڑے تعجب سے کہا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ یعنی علا
بیکندی امام العصر ہو کر اس سے اپنی کتاب کی اصلاح کیلئے کہہ رہے ہیں تو علامہ بیکندی ۔
فرمایا کہ اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

علامہ قسطلانیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ کو بچپن میں ستر ہزار حدیثیں یاد تھ
حافظ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ ہم امام صاحب ۔
ساتھ بصرہ کے مشائخ کے پاس جایا کرتے تھے، ہم لوگ لکھا کرتے تھے، اور امام صاحب
لکھتے نہیں تھے، جب رفقاء درس نے آپ کو بار بار بطور طعن کے کہا کہ آپ خواہ مخواہ وق
ضائع کرتے ہیں، لکھتے نہیں ہیں جب اس طرح کئی بار ہوا تو امام صاحب کو غصہ آ گیا ا
فرمایا اپنی لکھی ہوئی حدیثیں لاؤ، پھر امام صاحبؒ نے منہ زبانی ان احادیث کو سنانا شرو
کر دیا، تو سب حیران ہو گئے، اس وقت لکھی گئی احادیث کی تعداد پندرہ ہزار تھیں، پھر تو
لکھنے والوں نے اپنے نوشتوں کی تصحیح کیلئے امام بخاریؒ کے حفظ پر اعتماد کرنے لگے۔

حج سے واپسی:

حج کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ اور بڑے بھائی احمد ابن اسماعیل بخارا واپس گئے، مگر امام صاحب نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ حج کے بعد وہیں رکنا چاہتا ہوں، کیونکہ علم حدیث کا مرکز ہے، اور بڑے بڑے مشائخ یہاں موجود ہیں، تو میں ان مشائخ سے علم حدیث حاصل کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ امام صاحبؒ وہاں رک گئے، اور حج کے بعد حجاز کے مشائخ سے علم حاصل کیا، اور پھر حجاز ہی سے نہیں بلکہ اس زمانہ میں علم حدیث کے جو بڑے بڑے مراکز تھے، مثلاً: شام، مصر، الجزائر، بصرہ، کوفہ، اور بغداد، وغیرہ، ان تمام علاقوں کے سفر کئے، خود امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مشائخ سے علم حاصل کرنے کیلئے شام، بصرہ، والجزائر، کے دو سفر کئے، بصرہ چار مرتبہ گیا، اور کوفہ اور بغداد تو اتنی بار گیا کہ مجھے یاد نہیں، علمی اسفار کو محدثین اصطلاح میں رحلہ کہتے ہیں۔

رحلہ: ''اس سفر کو کہتے ہیں جو طلب حدیث کیلئے کیا جائے''۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین میں اس کا خاص ذوق رہا ہے، امام بخاری بھی اس کا خاص اہتمام فرماتے تھے، چونکہ اسلامی فتوحات کی وجہ سے محدثین دور دور پھیلے ہوئے تھے، تو وہ ان کے پاس پہونچ کر احادیث کا سماع فرماتے تھے، حضرات صحابہ کرامؓ نے ایک ایک حدیث کیلئے ایک ایک ماہ کی مسافت کا سفر طے کیا ہے، چنانچہ ''بخاری شریف'' میں ہے۔ رحل جابر بن عبداللہ مسیرۃ شھر الی عبداللہ ابن انیس فی حدیث واحد۔ (بخاری کتاب العلم باب خروج فی طلب العلم) قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے، فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین (سورۃ التوبہ آیت ۱۲۲) اس آیت کریمہ میں طلب علم

اور تفقہ فی الدین کے لئے نکلنے اور پھر اس کی تبلیغ و تعلیم کی تاکید کی گئی ہے، مشہور بزرگ
ابراہیم ابن ادھم کا ارشاد ہے، اصحاب حدیث کے سفر کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس امت
سے بلاؤں کو اٹھا لیتے ہیں۔

(فتح المغیث۔ ج ۲ ص ۸۶)

امام بخاریؒ کے اساتذہ کرامؒ:

مکہ مکرمہ میں آپ حج کے بعد ٹھہر گئے، طلب علم کیلئے مکہ مکرمہ میں آپ کے
اساتذہ کرام: ابو الولید احمد بن محمد ازرقی، امام حمیدی، حسان ابن حسان بصری، خلاد بن یحییٰ
اور ابو عبدالرحمٰن مقری، رحمہم اللہ، تھے، اور جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو مدینہ منورہ
کا سفر کیا اور وہاں کے مشہور محدثین عبدالعزیز اویسی ایوب ابن سلیمان بن بلال اور اسماعیل
ابن ابی اویس رحمہم اللہ، وغیرہ سے استفادہ کیا، اسی عمر میں آپنے ایک کتاب جس کا نام
قضایا الصحابة و التابعين "لکھی، اور اسی سفر میں مدینہ طیبہ کی چاندنی راتوں میں
"التاريخ الكبير" کا مسودہ لکھا، یہ امام بخاری کی دوسری تصنیف ہے، پھر امام صاحب
بصرہ تشریف لے گئے، وہاں ابو عاصم النبیل محمد ابن عبداللہ انصاری بدل ابن المحبر
عبدالرحمٰن بن حماد الشعیثی، محمد بن عرعرہ، اور حرم ابن عاصم کلابی رحمہم اللہ، وغیرہ سے
احادیث کا سماع کیا۔

دنیا سے بے رغبتی و استغناء:

جب امام صاحب کے والد کا انتقال ہوا تو والد صاحب کافی مال چھوڑ کر گئے

تھے، جن میں سے پچیس ہزار درہم امام صاحب کے حصہ میں آئے تھے، ۲۵ ہزار درہم اس
انہ کے لحاظ سے بڑی رقم تھی، امام صاحب نے سوچا کہ اگر وہ خود تجارت وہ معاشی مشغلے
ں لگتے تو علمی مشغلے سے دوری ہو جانے کا اندیشہ تھا، لہذا انہوں نے چاہا کہ یہ رقم کہیں
ضاربت پر لگادیں، تو ایک آدمی کو وہ رقم دیدی کہ بھئی! یہ میں آپ کو مضاربۃً دیتا ہوں،
پ اس سے تجارت کر کے جو نفع ہوا کرے وہ مجھے دے دیا کریں، وہ اللہ کا بندہ وہ پیسے
ر بیٹھ گیا، نہ نفع دیتا، نہ اصل واپس کیا، ساری رقم لے کر بیٹھ گیا، جس شہر میں یہ رہتا تھا وہاں کا
کم امام بخاریؒ کی عزت کرتا تھا، تو کسی نے امام صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ آپ اس حاکم کو
ب خط لکھ دیجئے، وہ آپ کے پیسے اس سے نکال دے گا، تاکہ اصل رقم تو مل جائے، اور
نی اعتبار سے بھی درست ہے، لیکن امام صاحبؒ نے فرمایا: کہ بات دراصل یہ ہے کہ اگر
ج میں اپنا جائز حق وصول کرنے کیلئے اس حاکم کی مدد حاصل کروں گا تو اس کا میری گردن
ایک احسان ہو جائے گا، اور ان حکام کا مزاج یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے ساتھ کوئی احسان
ت نہیں کرتے، اگر کسی کے ساتھ کوئی احسان کیا ہے تو کبھی نہ کبھی اس کی قیمت وصول
تے ہیں، تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی ناجائز فائدہ اٹھانے کیلئے مجھ پر دباؤ ڈالنے کی
شش کریں گے، اس لئے میں ان کا احسان اور مدد لینا نہیں چاہتا، اب بات یہ طے ہوئی
اس سے بات کر کے حسب سہولت وہ ماہانہ قسط وار اصل رقم دے دے، پھر وہ اس بات
ضی ہوا کہ ماہانہ دس درہم دے سکتا ہوں، اب کہاں پچیس ہزار درہم اور کہاں ماہانہ دس
ہم، لیکن امام بخاریؒ نے فرمایا چلو بھائی! دس درہم ہی دے دینا، جھگڑا کون کرے، بعض
ایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ماہانہ دس درہم بھی کچھ عرصے کے بعد دینا بند کر دیئے،

ساری رقم اس طرح ضائع ہوگئی، لیکن حاکم کا احسان لینا گوارہ نہیں کیا، تا کہ اپنے استغنا
میں کوئی فرق نہ آئے، اب نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی بظاہر ذریعہ آمدنی نہ رہا۔

حصول علم کیلئے محنت ومشقت کا جاری رکھنا:

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، اپنی کتاب "انعام الباری" میں
لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ انکے ساتھی عمرو ابن حفص اشقر فرماتے ہیں کہ امام بخاری بصرہ کے
مشائخ سے علم دین حاصل کرنے کیلئے تشریف لائے اور درس میں برابر شرکت کرتے رہے
اچانک دیکھا کہ درس سے غیر حاضر ہیں جب ایک دو دن ہو گئے تو ہمیں تعجب ہوا کہ آپ کبھی
درس کا ناغہ نہیں کرتے تھے، تو خیال ہوا کہ شاید شدید بیمار ہو، تو ہم عیادت کی غرض سے
انکے گھر پہونچے، تو معلوم ہوا کہ ایک جوڑا کپڑے کا پہنا کرتے تھے، وہی جوڑا جب
ضرورت ہوتی دھو لیتے تھے، اور پہن لیتے تھے، لیکن وہ دھلتے دھلتے اتنا پھٹ گیا کہ اب
ستر عورت کیلئے کافی نہ رہا، اس واسطے گھر سے نکلنے سے معذور تھے، تو فرماتے ہیں کہ ہم نے
کچھ کپڑے کا انتظام کیا اس کے بعد امام صاحب درس میں آنے لگے، حضرت مفتی تقی عثمانی
صاحب فرماتے: ہیں کہ میں اپنے والد ماجد (مفتی شفیع صاحب) سے سنا کہ حضرت شاہ
صاحب (مولانا انور شاہ کشمیری) فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی چائے پی پی کر محدث بنا کرتا
تو میں امیر المومنین فی الحدیث ہوتا، اور امام بخاریؒ حقیقۃً اپنے زمانہ کے امیر المومنین
الحدیث تھے، مقصد یہ تھا کہ یہ علم کیا چاہتا ہے؟ یہ علم کچھ قربانی چاہتا ہے، محنت اور مشقت
چاہتا ہے۔

علم میں نور کیسے آتا ہے؟

علم میں نور اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا جب تک طالب علم کو عبادت کا ذوق نہ
اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہ ہو اگر علم عبادت کے ذوق سے خالی اور گناہوں اور
معصیتوں سے آلودہ ہے وہ علم جہل ہے

وہ علم جہل ہے جو دکھائے نہ راہ راست

وہ مدرسہ وبال ہے جہاں یاد حق نہ ہو

علم خاص طور سے دین کا علم: اس وقت تک بار آور اور اس میں نور و برکت پیدا
نہیں ہوتی جب تک عبادت کا ذوق نہ ہو اور معصیتوں سے اجتناب کا مکمل اہتمام نہ ہو، یہ
دونوں چیزیں بھی اللہ تعالیٰ نے امام بخاریؒ کو بحصہ وافر عطا فرمائی تھی، اول تو امام بخاریؒ کی
ساری زندگی ہی عبادت تھی جس آدمی نے اپنا گھر بار اور اپنا کاروبار اپنی دنیا کی ہر چیز کو
چھوڑ رکھا ہو صرف اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی خدمت کرلے تو اس کا ہر
کام عبادت ہی عبادت ہے، حدیث کا سننا سنانا محفوظ کرنا تصنیف و تالیف کرنا ہر چیز عبادت
ہے، اسکے باوجود فضائل اعمال ونوافل کا اہتمام، اور تلاوت قرآن کریم کا اشتغال یہ امام
بخاری کی زندگی میں واضح نظر آتا ہے، روایتوں میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں امام
بخاریؒ ایک قرآن تو تراویح میں ختم کرتے تھے، معمول یہ تھا کہ ہر رکعت میں بیس آیتیں
تلاوت کرتے تھے تو اس طرح پورے رمضان کی تراویح میں ایک قرآن مجید ختم ہوتا،
اسکے علاوہ روزانہ اتنی تلاوت کا معمول تھا کہ ہر تیسرے دن ایک قرآن پورا ہوجاتا تھا۔
امام بخاریؒ کے ایک شاگرد و خادم "محمد ابن ابی حاتم الوراق" ہیں، وراق، یہ ورق سے

نکلا ہے، جسکے معنی کاغذ کے ہوتے ہیں، اور وراق کا لفظ قدیم زمانہ میں تین قسم کے آدمیو

پر اطلاق ہوتا تھا۔

(۱) کتب فروش: جو کتابیں فروخت کرتا ہو۔

(۲) کباڑیہ: جو پرانی بوسیدہ قسم کی چیز فروخت کرتا ہو خاص طور پر بوسی

کتابیں۔

(۳) وراق: بعض اوقات اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو کسی بڑے مصنف

کے ساتھ لگ گیا ہو، مصنف اس کو کچھ املا کرا دیتا ہو وہ لکھ کر نسخے بنا کر لوگوں میں فروخت

کرتا ہے، اس کو بھی وراق کہتے ہیں، ''محمد ابن ابی حاتم'' یہ امام بخاری کے وراق تھے'' ا

امام بخاری کی صحبت میں بھی کافی رہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو امام بخار

کے بہت سے فضائل سے روشناس فرمایا: ایک رات کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ا

بخاری کے وہاں سویا تو میں نے دیکھا کہ آپ سونے کیلئے لیٹ گئے، اور تھوڑی دیر کے ب

اچانک دیکھا کہ آپ اٹھے اور قریب میں رکھا ہوا چراغ جلایا، اور کاپی اٹھا کر لائے

میں کوئی حدیث وغیرہ لکھی اس کو پڑھا کچھ نشان لگایا، اور پھر رکھکر چراغ گل کیا، پھر لیـ

گئے، پھر آدھ پون گھنٹہ گزرا ہوگا پھر اچانک دیکھا کہ آپ اٹھے چراغ جلایا، اور وہی صحیـ

نکالا کچھ نشان لگایا پڑھا، پھر رکھ دیا پھر لیٹ گئے، اسی طرح پوری رات ہوتا رہا، یہاں تک

کہ سحر کا وقت ہونے لگا، یعنی: فجر سے پہلے تو اس وقت اٹھے اور تہجد کی بارہ رکعتیں پڑھی

اس سے معلوم ہوا کہ ایک طرف اشتغال بالعلم ہو رہی ہے، رات کو لیٹتے وقت بھی ذہن پر

ہی کی باتوں کا خیال مسلط ہے۔ اور عبادت کے وقت عبادت۔ حضرت مفتی تقی عثما

احب فرماتے ہیں کہ مجھ جیسے مولوی ہوتا تو یہ تاویل کرتا کہ تدارس فی العلم ساعۃمن
بل خیر من احیاءھا" کہ رات میں علم کے کاموں میں مشغول رہا ہوں تو حدیث کی رو
ے یہ تہجد پڑھنے سے بھی افضل کام ہے لہذا تہجد پڑھنے کی کیا ضرورت، رات میری اس
م میں گذری ہے، اور اسکی وجہ سے نیند پوری نہیں ہوئی، لہذا سو جاؤ اور ہم لوگوں کو یہ
یث بھی بہت یاد ہوتی ہے" فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد " اور یہ یاد
ں وجہ سے ہے اس سے بڑی چھٹی مل رہی ہے، کہ فقیہ بن جاؤ، اور فقیہ بن کر پڑھنے لکھنے
ں لگ جاؤ تو عبادت سے چھٹی یاد رکھو، اس حدیث کے معنی یہ نہیں ہے کہ عبادت بالکل
ک کردے، اور فقیہ بن کر بیٹھ جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ فقیہ ہی اس وقت تک نہیں بن
تا جب تک کچھ نہ کچھ ذوقِ عبادت نہ ہو، یہاں جس فقیہ اور جس عابد کا مقابلہ ہورہا ہے وہ
ں عابد کا ہے، جس نے اپنا سارا مشغلہ صبح سے شام تک عبادت کو بنایا ہوا ہے، نفلیں ہی
ھ رہا ہے، اور روزے ہی رکھ رہا ہے، اور ایک وہ شخص ہے جس نے فقہ کو اپنا اصل مشغلہ بنا
ہو اور اسکے ساتھ ساتھ جو سنتیں اور نوافل ہیں ان کا اہتمام بھی کرتا ہے، لیکن اپنے آپ کو
فرغ للعبادۃ نہیں کیا، وہ ہے مراد یہ نہیں کہ اب فقہ پڑھ لیا تو نہ تہجد کی ضرورت نہ اشراق
چاشت نہ اوابین و نوافل کی ضرورت، ہمارے جتنے بزرگ فقہاء ہیں ان میں سے کوئی
ں ایسا نہیں ہے کہ جو عبادت کے ذوق سے خالی ہو تو باوجود اس علمی اشتغال کے امام
ریؒ کو عبادت کا ذوق تھا، اللہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں، فی زماننا بھی کئی ہمارے بزرگ
ہاء موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، اور ان کا سایہ عاطفت
دیر قائم فرمائے جن کے شب وروز کے مشاغل ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔

فظ اچھا نہیں کسی کا معاملہ کچھ ہے، تو امام بخاری نے جواب میں کہا کہ میں نے اپنی
رف سے کچھ نہیں لکھا جو کچھ ہے وہ کسی امام کی جرح وتعدیل کی حکایت ہے، اگر چہ اس کا
اب یہ بھی ہے ضرورت کے خاطر اور لوگوں کو کسی کے شر سے متنبہ کرنے کیلئے اگر اس کی
ئی برائی بیان کی جائے تو وہ غیبت نہیں ہوتی، علماء کرام نے فرمایا کہ امام بخاری کی کتاب
تاریخ الکبیر" میں اور دوسری حضرات کی جرح وتعدیل کی کتابوں میں ایک فرق اور بھی
ہے کہ امام بخاریؒ کے الفاظ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں بہت محتاط ہیں، یہ کہنے کے
ئے کہ یہ ضعیف ہیں، تکلموا فیہ کہہ دے گے، جیسے بعض مرتبہ دوسرے علماء کہہ دیتے ہیں،
ں کذاب، اس قسم کے الفاظ امام بخاریؒ کی کتاب التاریخ الکبیر میں نہیں ملتے، غیبت
ے بچنا ایک مشکل کام ہے، کیونکہ بسا اوقات غیر شعوری طور پر بھی اس میں مبتلا ہو جاتے
ں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے (آمین) تو جو آدمی اپنی زندگی کو غیبت سے
کر گذار دے وہ دوسرے معاصی کا ارتکاب کیسے کرے گا، اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو علم حدیث میں یہ مقام عطا فرمایا۔

صاحب مرقاۃ شرح مشکوۃ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ خود تو بغیر
ھائے پیئے کئی کئی دن گذار دیا کرتے تھے اور کبھی صرف دو تین بادام کھا لینا بھی ان کے
ئے کافی ہوتا تھا، لیکن دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کے معاملہ میں پیش پیش رہتے تھے،
لی قاریؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کو ہر ماہ پانچ سو درھم کی آمدنی ہوتی تھی، یہ ساری رقم وہ
راء ومساکین اور طلبہ ومحدثین پر خرچ کر دیا کرتے تھے، صاحب سیر اعلام النبلاء ج ۲
ص ۴۵۲ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن محمد صیارفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام کی باندی ان
ے پاس سے گذری تو دوات کو ٹھوکر لگ گئی، اور روشنائی گر گئی، امام صاحبؒ نے باندی سے

کہا کس طرح چلتی ہو؟ باندی نے کہا کیا کروں کتابیں اتنی ہیں کہ چلنے کا راستہ ہی نہیں ہے
تو کیا کروں، یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا" اذھبی فقد اعتقتک "کسی نے کہا اے
ابو عبد اللہ اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی اور آپ کو ناراض کر دیا، لیکن آپ نے اسے
آزاد کر دیا، امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس کام سے اپنے آپ کو راضی کر لیا، کیسی
تواضع اور انکساری تھی؟ امام بخاریؒ کی کہ کہیں سے بھی حب جاہ اور حب مال کی بو نہیں آ
اور اسی کتاب میں صفحہ نمبر ۴۴۸ پر لکھا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب
سے دو مرتبہ دعا کی اور فوراً قبول ہوگئی، اسکے بعد سے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے اعمال
کی جزاء دنیا ہی میں تو نہیں دی جارہی ہے، اس لئے میں اسکے بعد دنیا کیلئے کچھ مانگنا پسند
نہیں کرتا۔

بیع وشراء اور امام بخاریؒ:

امام بخاریؒ نے کبھی کبھی تھوڑی سی بیع وشراء بھی کر لی ہے، شاید کسی مکان کی بات
تھی، یا کسی چیز کی تھی، اس کو فروخت کرنا چاہ رہے تھے، کچھ لوگ آئے اور کہا یہ ہمیں فروخت
کر دیں ہم آپ کو پانچ ہزار درھم نفع دیں گے، امام صاحب نے فرمایا: اچھا بھئی! ذرا
سوچونگا کل جواب دونگا، کل آنے سے پہلے ایک اور پارٹی آگئی، اس نے دس ہزار درھم نفع
کی پیش کش کی، لوگوں نے کہا کہ یہ تو بہترین موقع ہے، تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں ان
پہلے والوں سے ابتدائی بات کر چکا ہوں تو لوگوں نے کہا کہ ابھی بیع تھوڑی ہوئی تھی، آپ
نے خود ہی کہہ دیا تھا کہ کل جواب دونگا، فرمایا کہہ تو دیا تھا لیکن میرے دل میں کچھ نیت
آگئی تھی کہ میں ان کو دے ہی دوں، لہذا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں پانچ ہزار درھم کی خاطر

ں اس نیت کو خراب کروں، لہذا دس ہزار والوں کو رد کر دیا، اور پانچ ہزار والوں کو دے دیا

غیر ارادی فعل پر ندامت وصدمہ:

امام بخاریؒ تیر اندازی میں کمال درجے کے ماہر تھے، ہمیشہ تیر نشانے پر لگتا تھا،
تیر اندازی کی مشق کرنے کا شوق بھی تھا، اور وہ شوق غالباً اس لئے تھا کہ نبی کریم
ﷺ نے تیر اندازی کی ترغیب دی ہے، اس واسطے مشغلہ بھی تیر اندازی کا اختیار کیا ہوا۔
ک دن تیر اندازی کیلئے نکلے ہوئے تھے، جنگل میں کسی ہدف پر تیر چلایا عام طور تو نشانہ
کل ٹھیک بیٹھتا تھا کبھی غلطی نہیں ہوتی تھی، لیکن تھے تو بشر ہی، کسی شخص نے اپنی دکان یا
ان کے آگے نالے سے گذرنے کیلئے پل بنا رکھا تھا، امام بخاریؒ کا نشانہ اس روز خطا کر گیا
تیر اس پل کی میخ پر جا لگا جس سے میخ ٹوٹ گئی، تو امام بخاریؒ کو بہت صدمہ ہوا، اور آپ
ے خادم وراق جو آپ کے ساتھ ہی تھے، آپؒ اپنے خادم سے کہا کہ میرے تیر سے دو
رے کا نقصان ہوا، اس وجہ سے تیر اندازی چھوڑ دی اور فرمایا کہ میرا ایک کام کر دو، اس
ں کے مالک کو تلاش کر واور اس سے میری طرف سے کہو کہ اس پل کی مرمت کرانے میں یا
بارہ تعمیر کرنے میں جو کچھ خرچ آتا ہے وہ مجھ سے لے لے، اور اس کو دوبارہ تعمیر
راوے، اور مجھے معاف کر دے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی انہوں نے جا کر پل کے مالک کو
م بخاریؒ کا پیغام دیا تو پل کے، لک "حمید الاخضر" نے جواب میں کہا کہ ابو عبد اللہ کو
ری طرف سے سلام کہو، اور کہو جو کچھ ہوا ہے معاف ہے، اور میں اپنی جان وجائیداد بھی
پ پر قربان کرنے کیلئے تیار ہوں امام بخاریؒ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور بطور
ریہ کے اس دن پانچ سو حدیثیں سنائی اور تین سو درہم صدقہ کئے، اور صاحب انعام

الباری لکھتے ہیں کہ روزانہ تین سو درہم صدقہ کرتے تھے، اپنی غلطی کی تلافی کیلئے۔

صحیح بخاریؒ کی وجہ تالیف:

ابراہیم وبن معقل نسفیؒ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ ہم اپنے استاذ اسحاق ابن راہویہ کی مجلس میں تھے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا، "لو جمعتم کتابا مختصرا من سنن النبی ﷺ" مقدمہ فتح کے الفاظ یہ ہیں "لو جمعتم کتابا مختصرا لصحیح سنۃ رسول اللہ ﷺ" تو اس قول کی وجہ سے میرے دل میں اس کتاب کی تالیف کا داعیہ پیدا ہوا۔ [کشف الباری ج ا ص ۱۵۴]

دوسری وجہ تالیف:

استاذ محترم کی بات سن کر ارادہ ہی پیدا ہوا تھا کہ ایک دن امام بخاریؒ نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور امام بخاری نے اپنے آپ کو دیکھا کہ وہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کے سامنے پنکھا جھل رہے ہے، اس انداز سے پنکھا جھل رہے ہیں کہ جیسے کوئی شخص کسی انسان کے چہرے پر آنے والی مکھیوں کو پنکھے کے ذریعہ دور کر رہا ہو یہ خواب دیکھا اور اس کی تعبیر واضح تھی کہ اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو اس مقام کیلئے منتخب فرمایا کہ وہ رسول ﷺ کی طرف منسوب ہونے والی باتوں میں صحیح اور غیر صحیح کے درمیان فرق کریں، اور جو لوگ رسول ﷺ کی طرف غلط باتیں منسوب کر رہے ہیں انکو دفع کریں، اور حضور ﷺ کی سنت کا دفاع کریں

خواب سے جو سابق ارادہ تھا اس کی مزید توثیق ہوگئی اور پھر امام بخاریؒ نے یہ کتاب
یف فرمانی شروع کی اور تقریباً سولہ سال میں یہ کتاب مکمل کر لی اور بعض حضرات نے
یب بغدادی کی سند سے پہلے والا واقعہ بیان کیا ہے۔

مقام تالیف:

اس میں روایتیں بظاہر متعارض نظر آتی ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ کتاب کس جگہ
ھی؟ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں لکھی، اور بعض میں آتا ہے مدینہ منورہ میں
ھی، اور بعض میں آتا ہے کہ بخارا میں لکھی، اس طرح مختلف روایتیں ہیں، لیکن صحیح بات
ہے کہ اس کی تالیف عرصہ دراز تک جاری رہی، البتہ ابتداء مسجد حرام میں ہوئی، تبیض
اجم وضع کرنے کا کام خاص طور سے مدینہ منورہ میں مکمل فرمایا، یہ بات زیادہ صحیح
ہے، لیکن پورے اطمینان اور یقین کے ساتھ یہ بات نہیں بتائی جاسکتی کہ کتنا حصہ کس جگہ
یف کیا۔

تالیف کی ابتداء کب؟

صحیح بخاری کی تالیف کی ابتداء کب ہوئی؟ اور اختتام کب ہوا؟ کتب رجال
رخ میں اس کی کوئی تصریح نہیں البتہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے بعض واقعات سے اخذ کیا
ہے کہ ۲۱۷ھ میں اس کی ابتداء ہوئی اور ۲۳۳ھ میں اختتام ہوا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ
جعفر محمود بن عمرو عقیلی فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے جب اپنی کتاب کی تالیف کی تو امام
د بن حنبلؒ یحییٰ ابن معین اور علی بن مدینیؒ کے سامنے اس کو پیش کیا، سب نے تحسین فرمائی،

اور صرف چار احادیث میں اختلاف کیا عقیلی فرماتے ہیں کہ ان چار میں بھی امام بخاری کی رائے راجح ہے ان میں سے یحییٰ ابن معین کا انتقال ۲۳۳ھ میں ہوا علی ابن المدینی کا انتقال ۲۳۴ھ میں ہوا اور امام احمد کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا ان تینوں ائمہ کے سامنے کتاب جب ہی پیش ہوسکتی ہے جب کہ ۲۳۳ھ میں مکمل ہوگئی ہو اور یہ متعین ہے کہ کتاب سولہ سال میں ہوئی ہے تو ۲۳۳ میں سے ۱۶ نکال دیں تو ۲۱۷ بچتے ہیں لہذا کہا جائے گا کہ ۲۱۷ھ میں اس کی تالیف کا آغاز ہوا اس وقت امام صاحب کی عمر ۲۳ سال تھی، اور ۲۳۳ھ میں اس کو مکمل کیا، اس وقت امام صاحب کی عمر ۳۹ سال تھی پھر امام صاحب اس کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے۔

امام بخاریؒ اہل عرب کی نظر میں:

امام بخاری فارسی النسل تھے، آپ کو عجمی کہنے کی وجہ پیچھے بتلائی جا چکی، اور اہل علم کہتے ہیں کہ اہل عرب ساری دنیا کو (عجمی) گونگا سمجھتے ہیں اور حقیقۃً اہل عرب کو عربی النسل ہونے پر فخر کی سعادت حاصل ہے، کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں کے اندر تشریف لائے اور وہیں تعلیم و تبلیغ فرمائی، لہذا اسلامی علوم کا پہلا سرچشمہ عرب ہے، اس وجہ سے اگر اہل عرب کو اپنے اس مقام پر ناز ہو تو کچھ زیادہ بعید بھی نہیں کہ تھوڑے بہت ناز کی گنجائش ویسے بھی موجود ہے لیکن بسا اوقات یہ ناز تھوڑا بھی بہت ہو جاتا ہے، اہل عرب کسی غیر عرب کو خاطر میں نہیں لاتے اور آسانی سے کسی آدمی کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے پہلے زمانے میں تو دیانت و امانت زیادہ تھی اس واسطے یہ حدود میں رہتے تھے لیکن اب تو بہت ہی بڑھ گئے، امام بخاری بخارا کے رہنے

ے عجمی اور ان کی چوتھی پانچویں پشت کے اندر غیر مسلم تو ایسے آدمی کو اہل عرب اپنا امام
لیں یہ بہت ہی بعید بات ہے، تو اہل عرب کسی کو اپنا پیشوا یا امام مان لیں یہ بہت مشکل کام
ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام بخاریؒ کو وہ مقام بخشا کہ سارے عرب اور سارا عالم
اسلام انکی جلالتِ قدر اور حدیث میں ان کے بلند مقام کا نہ صرف معترف ہوا بلکہ سر جھکا دیا
۔ ہاں جو اس نے کہہ یا وہ ٹھیک ہے، اور یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ وہ بھی پہلے بتلا دیا۔

امام بخاریؒ کی آزمائش کا دور:

امام بخاریؒ کو جو محبوبیت ومقبولیت حاصل تھی، یہ بات حاسدین سے برداشت
نہیں ہوئی، اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص علم وفضل کے کسی بلند مقام پر فائز ہوتا ہے تو
جہاں اسکے مداحین اور محبین اور استفادہ کرنے والے پیدا ہوتے ہیں تو وہاں اسکے حاسدین
اور بغض رکھنے والے بھی پیدا ہوتے ہیں حاسدین اور مبغضین ہر دور میں آفتاب پر تھوکنے
کی کوشش کرتے ہیں، لیکن حق ہمیشہ اوپر ہی رہتا ہے، اور ساری تاریخ کا مطالعہ کرنے سے
کوئی بھی انسان ایسا نظر نہیں آئے گا جس کے کچھ نہ کچھ حاسدین و مبغضین اور تکلیف
پہنچانے والے نہ ہوں، تو جہاں امام بخاری کے معتقدین اور مداحوں اور ثنا خوانوں کی
بڑی تعداد تھی تو وہاں حاسدین کی بھی بڑی تعداد تھی اور ان حاسدین کی وجہ سے امام
صاحب کو بسا اوقات مختلف مرتبہ اذیتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، کئی مرتبہ ان کو جلاوطن کیا گیا،
شہر بدر کیا گیا، علماء کرام نے لکھا ہے کہ جب بغداد سے بخارا تشریف لائے تو رضاعت
کا مسئلہ پیش آیا، حالانکہ محققین ومولانا عبدالحی لکھنوی اس رائے کی طرف جو امام بخاری کی
طرف منسوب کی گئی فرماتے ہیں کہ ایسا جلیل القدر امام جس کے تراجم ابواب کو یہ کہا گیا

ہو کہ "فقه البخاري في تراجمه" جس کے تفقہ کی بہترین مثال صحیح بخاری کے اندر موج
ہے تو رضاعت والے فتویٰ پر تبصرہ کرنا چاہئے اور نہ اس کا ذکر کرنا چاہئے یہ امام بخار
کے شایان شان نہیں۔

دوسرا واقعہ : یہ ہے کہ اس زمانہ میں طرح طرح کے فضول مسائل دنیا میں را
تھے، اور فضول مسائل پر بڑی جنگ وجدال ہوا کرتی تھی، جیسا کہ ہمارے یہاں بھی ہ
ہے فضول مسائل مناظرہ وتحریر وتصنیف، اور تقریر کے اوپر لوگ توانائیاں خرچ کرتے
تو سوال کرنے والوں نے یہ سوال کیا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ اس طرح ایک
پوچھ لیا کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ تو اس وقت امام بخاری نے جو موقف اختیار کیا
بالکل صحیح تھا، لیکن اس کی وجہ سے امام بخاری کو شہر چھوڑنا پڑا۔

تیسرا واقعہ : جو بہت مشہور ہے کہ نیشاپور والوں نے امام بخاری کو اپنے یہا
آنے کی دعوت پیش کی تو امام صاحب نے ۲۵۰ھ میں ان کی دعوت پر نیشاپور پہونچے جو ا
مسلم کی جائے پیدائش بھی ہے، اس وقت وہاں کے ممتاز علماء ومحدثین میں حضرت محمد ا
یحییٰ الذہلی کا شہرہ ہوتا ہے جن کا حلقہ درس سب سے بڑا تھا، امام بخاری کا جب درس شرو
ہوا سارا شہر حلقہ درس میں شامل ہونے کی کوشش میں لگ گیا، ایک آدمی نے سوال
"ماتقول في لفظ القرآن" امام صاحب نے کہا بھئی! چھوڑو حدیث پڑھو، لیکن وہ
بار ایک سوال کرتا رہا تو امام بخاری نے اپنا موقف واضح کیا تو اس پر یہ فتنہ پرور جس کا ک
ہی فتنہ ہوتا ہے اور ان کو مزہ بھی ایسے ہی کاموں میں آتا ہے تو اس نے بہانہ ملتے ہی
مچادیا کہ دیکھو! امام بخاری کا جواب حالانکہ سائل نے اس کو بگاڑ کر لوگوں کے سامنے بیا

یا، اور یہ پروپیگنڈا کیا کہ آپ نے اس طرح کہا ہے، جب یہ بات محمد ابن یحییٰ کو پہونچی تو
وں نے کہا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ لفظی بالقرآن مخلوق، تو وہ مبتدع ہے، اور ہم ایسے
مبتدع کو اپنے شہر میں نہیں رکھیں گے، چنانچہ انہوں نے امام بخاریؒ کو نیشاپور سے باہر
نے پر مجبور کر دیا محمد ابن یحییٰ ذہلی کے شاگردوں نے امام بخاری پر اعتراض کو تسلیم کیا،
دری میں جانے سے رک گئے، البتہ دو حضرات جن میں امام مسلم بھی شامل ہیں، انہوں
نے محمد ابن یحییٰ کی بات نہیں مانی اور امام بخاریؒ کا ساتھ دیا، ایک سائل نے جب اسی واقعہ
کے بارے میں امام صاحب سے پوچھا تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے ''لفظی
قرآن'' مخلوق نہیں کہا بلکہ میں نے یہ کہا تھا ''افعالنا کلها مخلوقة والفاظنا من افعالنا
اس جملہ کے استعمال کرنے کی وجہ بعض حنابلہ کی تردید مقصود ہے، اور مسلک حق ثابت
کرنا مقصود تھا، جس کی وجہ سے امام بخاریؒ کو نیشاپور سے نکلنا پڑا۔

ابتلاء کا چوتھا واقعہ : ان کی آخری حیات کا ہے، امام صاحب بخارا ہی واپس
آئے اس وقت بخارا کا امیر ''خالد ذہلی'' تھا، اس نے امام صاحبؒ سے کہا کہ میرے
ں کو میرے گھر پر آکر حدیث پڑھائیں امام صاحبؒ نے کہا میں اس علم حدیث کو اس
طرح ذلیل نہیں کر سکتا کہ سلاطین و امراء کے گھروں پر جا کر اس کو پڑھاؤں، اگر کسی کو
پڑھنا ہے تو میرا حلقۂ درس کھلا ہوا ہے، اس میں آجائے شامل ہو جائے، حاکم نے دوسری
تجویز پیش کی کہ ایسا کیجئے ہمارے بچوں کیلئے کوئی ایسا وقت مقرر کر دیں جس میں دوسرے
لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو۔ امام صاحب نے اس کو بھی منظور نہیں فرمایا، پھر جب حاکم کی
طرف سے اصرار بڑھا تو امام صاحب نے حاکم سے فرمایا کہ آپ ایک حکم جاری کر دو، عام

طلبہ کیلئے حلقہ درس قائم کرنے سے منع کردیں کہ آپ پر پابندی لگائی جاتی ہے کہ آپ حلقہ
درس نہیں لگا سکتے، تو پھر میں اللہ کے یہاں معذور ہونگا، اور اپنا حلقہ درس چھوڑ دونگا، لیکن
جب تک مجھے عام حلقہ درس قائم کرنے کی اجازت ہے، اس وقت تک میں یہ نہیں کر سکتا
کہ کسی کو آنے سے روک دوں، یہ بات حاکم کو ناگوار گزری اور امام صاحب کے خلاف
سازشیں شروع کردی، اور ایسی بات جس کو امام صاحب کو بخارا سے نکالنے میں مدد ملے
تدبیر کرنے لگا، چنانچہ آپ کے خلاف مختلف قسم کے اعتراضات و اتہامات اور الزامات
کرکے بالآخر امام صاحب کو بخارا سے نکلنے کا حکم دیا، حاکم وقت کو امام صاحب کی بددعا
کہ یہ اتنا ذلیل ہوا کہ اسکے اوپر والے خلیفہ نے اس کو معزول کردیا، اور گدھے پر بٹھا
سارے شہر میں گھمایا گیا۔ بہر حال امام صاحب بخارا سے نکلنے پر مجبور ہوگئے، سمرقند کے
لوگوں نے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی، امام صاحب وہاں جانے کیلئے روانہ ہوئے
سمرقند والوں میں اختلاف ہوگیا، بعض آپ کے حامی اور بعض مخالف جب امام صاحب
اس بات کی اطلاع ملی تو آپ سمرقند سے کچھ فاصلہ پر (خرتنگ) نامی ایک بستی میں جہاں
میں آپ کے کچھ عزیز بھی تھے، اور ایک رشتہ دار "غالب ابن جبرئیل" تھے، یہاں آپ مقیم
ہوگئے اور یہاں آپ بیمار ہوگئے، جب صحت بہتر ہونے لگی، اس دوران سمرقند کے لوگوں
اختلاف ختم ہو چکا تھا، اور سب آپ کے بلانے کیلئے متفق ہوگئے، اور آپ کو بلانے کیلئے
پیغام بھیجے، امام صاحب نے سواری منگوائی اور سفر کا لباس بھی پہن لیا، لیکن سواری پر بیٹھنے
سے پہلے ہی اللہ کی طرف سے داعی اجل آگیا، اور سمرقند جانے سے پہلے اسی جگہ خرتنگ
میں ہی وفات ہوئی، اور اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کا مزار بھی وہیں ہے، ایک

سری روایت میں ہیکہ آپ بخارا سے نکل کر بیکند پہونچے، وہاں بھی آپکے بارے میں
خلاف ہوا، تو آپ نے سمرقند والوں کی دعوت قبول کرتے ہوئے بیکند سے روانہ ہوئے ا
راستہ میں خرتنگ میں رک گئے، اور آپکی میزبانی غالب ابن جبرائیل نے کی، میزبان کا
ن ہے میں نے امام صاحب کو تہجد کے بعد یہ دعا کرتے ہوئے سنا ” اللھم انہ قد
ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک “ اسکے بعد مہینہ بھی پورا نہیں ہوا تھا
آپ انتقال کر گئے، رمضان کے اخیر میں سمرقند کے متفقہ دعوت پر آپ نے سمرقند کیلئے
انہ ہونے لگے سواری بلوائی دو آدمیوں کے سہارے چند قدم چلے تھے فرمایا مجھے بٹھاؤ پھر
پ نے کچھ دعا کی اور وہیں خرتنگ میں شب عید الفطر میں وصال فرمایا، عید کے دن ظہر
ے بعد سپرد خاک کردیا گیا، ” صاحب تہذیب الکمال “ نے لکھا ہے عبدالواحد ابن آدم
ماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ابہ کرام کی جماعت کے ساتھ کھڑے ہیں میں نے سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا،
ں نے پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد ابن اسماعیل بخاری کا
ظار کر رہے ہیں، چند دنوں کے بعد امام بخاری کی وفات کی اطلاع پہونچی، تو یہ بعینہ وہی
ت تھا جس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔

امام بخاریؒ کی کرامت:

ب امام بخاری کو دفن کیا گیا تو قبر سے مشک کی خوشبو آنے لگی لوگ آتے تعجب کرتے، بہت
مخالفین اس کرامت کو دیکھ کر تائب ہو گئے، یہ خوشبو اتباع سنت اور احیائے سنت کی تھی،
حمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعہ وجزاہ خیر الجزاء (امین)۔

امام بخاری اور عظمت حدیث:

امام بخاریؒ کا معمول تھا جب بھی کوئی حدیث لکھتے تو پہلے غسل کرتے، دو رکعت نفل پڑھتے، پھر اس حدیث کی تمام سندوں پر غور کرتے جو صحیح سند ہوتی اس کو درج کرتے اب ہر حدیث کے لئے نیا غسل اور دو رکعت نماز میں بھی کہتا ہوں کہ دیکھو! امام بخاریؒ حدیث کی تعداد بخاریؒ شریف میں ۷۲۷۵ احادیث ہیں، امام بخاریؒ نے تقریباً نقل ہے، فقط ان احادیث کے نوافل کو دیکھیں تو ۱۴۴۵۰ نفل نمازیں اسی میں ہو جاتی ہیں شاید ہم زندگی میں بھی اتنی نفل نمازیں نہیں پڑھتے، جتنی انہوں نے احادیث مبارکہ لکھنے میں نوافل کا اہتمام کیا۔

بخاری شریف کے فضائل:

اس کے برکات کو علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ ایک طویل عرصے سے بزرگوں کا یہ تجربہ ہے جب ''بخاری شریف'' کا ختم کیا جاتا ہے، اس کے بعد کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ۱۲۰ مرتبہ بخاری شریف کا ختم کیا، اور اپنی حاجات کے لئے کی کوئی دعا میری رد نہیں ہوئی، بعض لوگوں کا تجربہ ہے کہ بخاری شریف جس کشتی کے ا رہی اس کشتی کی بھی اللہ نے ڈوبنے سے حفاظت فرمائی، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہم پر احسان اور کرم اور فضل ہے کہ اس نے ہمیں یہ سعادت عطا فرمائی کہ اس وقت ہم ایک قد ادارے میں جو ہمارے بزرگ حضرت مولانا عبدالصمد ایرانی کا قائم کردہ یہ ادارہ ہے، بخاری شریف کے شروع کرنے کی یہ سعادت ہم حاصل کر رہے ہیں، اور ہماری طرف

دی طرف سے اور حضرت کی طرف سے بھی اور سب حضرات کو اور خصوصاً حضرت مولانا
عد اللہ اپنی واحت برکاتہم کو اور طلباء کرام کو مبارک باد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ موقع دیا
درم بخاری شریف کی ابتداء کرنے جا رہے ہیں۔ (فللہ الحمد)

آداب حدیث :

اور یہ بات سمجھے کہ جس جگہ احادیث مبارکہ کی تعلیم ہوتی ہے، وہاں اللہ تعالیٰ
رحمتیں برستی ہیں، حضرت مفتی شفیع صاحب نے اپنی کتاب "معارف القرآن" میں سورۃ
ات کی تفسیر کے اندر بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارکہ کا ادب
یا گیا کہ اپنی آواز کو اونچی مت کرو، آپ ﷺ سے اپنی بات کو مقدم نہ کرو، یہ آداب
نے فرمایا: کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آپ کی مجالس جس
ں حضور ﷺ کے ارشادات کی تعلیم ہوتی ہو، وہاں اس مجلس کا بھی وہی ادب ہوگا، کہ
ے حضور ﷺ کی مجلس میں آواز کو بلند کرنا یا کوئی بے ادبی، گستاخی بے احترامی ہے تو یہ
و کہ نہیں اور اس پر بہت بڑی وعید ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ان تحبط اعمالکم"
کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بے ادبی کے نتیجے میں تمہارے کئے کرائے سارے اعمال بیکار
جائیں، اتنی بڑی وعید ہے تو فرماتے ہیں کہ جیسے حضور ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ
مجلس کے آداب تھے، آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی وہ مجالس
ں میں حضور ﷺ کی احادیث بیان کی جاتی ہیں یہ وہی مجلس ہیں، ان کا بھی وہی
ب و احترام ہونا چاہئے جو آپ ﷺ کی زندگی میں تھا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری
ب ابھی تشریف لے گئے، ان کی مجلس میں ذاکر علامہ اقبال پہنچے، جیسے ہی مجلس پر نظر

سب سے پہلے انھوں نے یہ جملہ کہا: یہ مجلس تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسی صحابہؓ کی مجلس
”کانما علی رؤوسہم الطیر“ صحابہ کرام حضور ﷺ کی مجلس میں ایسا بیٹھتے تھے جیسے
ان کے سروں پر پرندے ہوں، ان پر اس مجلس کا اثر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس کا نمو
ہے، یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اتنے باادب علماء اور طلباء بیٹھے ہوئے تھے ادب کی بھی ضرور
ہیں، ہمارے طلباء سے خصوصاً درخواست ہے کہ حدیث کے درس میں خاص اس کا اہتم
کریں، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے ”آپ بیتی“ میں لکھا ہے، ان کے
والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب کا تربیت کرنے کا ایک نرالا انداز تھا، حضرت شیخ کی عجیب
وغریب تربیت کی تھی، حضرت مولانا یحییٰ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس کو (حضرت شیخ
زکریا صاحبؒ) کو حدیث کے سبق کے لئے کسی جگہ جانے نہیں دیا ایک تو میں نے اس
کو پاس اپنے حدیث پڑھوائی، اور زیادہ سے زیادہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے پاس
اس لئے کہ حدیث کے درس کی بے ادبی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حدیث کی برکت ضائع ہوجائیگی
اور حدیث ضائع ہوگئی تو دین ضائع ہو جائیگا، کیونکہ میرے یہاں ڈنڈے کے زور پر بے
ادبی نہیں کر سکے گا، اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے یہاں چونکہ وہاں کے شیخ ومر
ہوتے تھے اسلئے ادب کی وجہ سے وہاں بھی بے ادبی نہیں کر پائیگا اس لئے حدیث کے در
میں اپنے پاس بٹھایا، حضرت شیخ خود فرماتے ہیں کہ الحمد للہ! کوئی حدیث ہماری ایسی نہیں
گذری جو والد صاحب کے سامنے نہ پڑھی ہو ایک حدیث بھی بغیر وضو کے نہیں پڑھی
کوئی حدیث چھوٹی نہیں ہے، حالانکہ دیر تک حدیث کا سلسلہ جاری رہتا کسی کا وضو
ٹوٹ گیا تو ہم نے یہ طے کر رکھا تھا کہ کسی کا وضو ٹوٹ جاوے تو فوراً کہیں دوڑے

دے، تاکہ وضو کرکے وہ آجاوے، اس دوران ہم میں سے کوئی ساتھی یا میں والد
حب سے اشکال کر دیتا اور اس دوران وہ ساتھی وضو کرکے آجاتا، حدیث چھٹتی بھی نہیں،
بے وضو پڑھنے کی نوبت بھی نہ آتی، فرمایا کہ ایک مرتبہ اسی طرح میرے ایک ساتھی کا
و ٹوٹ گیا اس نے مجھے کہنی ماری، اور وضو کرنے چلا گیا تو میں نے کہا کہ حضرت! فلاں
نے اس طرح لکھا ہے، تو فرمایا کہ فلاں فلاں کرکے اعتراض مت کر میں جانتا ہوں کہ تمہارا
معمول نہ چھٹے مجھے بڑی خوشی ہے کہ اس طرح آپ لوگوں نے وضو کا اہتمام کیا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے احادیث کی پڑھنے پڑھانے کی
فیق دی میں اپنے دوستوں سے کہتا رہتا ہوں، اور وہ اس کی پابندی بھی کرتے ہیں، الحمد
د ہمارے یہاں طلباء اس کا اہتمام کرتے سب تو نہیں لیکن آدھے سے زیادہ جماعت کا یہ
تمام دیکھا کہ وہ کوئی حدیث بغیر وضو نہیں پڑھتے، اور ان کی کوئی حدیث بھی نہیں چھوٹتی
طریقے سے آپ حضرات سے بھی درخواست ہے کہ ادب کا بہت اہتمام کریں اساتذہ
دب حدیث کا ادب، بغیر وضو کے کتاب کو ہاتھ نہ لگائے، اور خصوصاً حدیث کے سبق
میں کوئی ناغہ نہ ہونے پائے۔

حدیث کی غرض وغایت:

بہر حال! اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی کہ حدیث پاک کو ہم
ھتے ہیں، پڑھاتے ہیں، محنتیں کرتے ہیں آخر اس کا کیا مقصد ہے، مبادیات
یث تو بہت طویل ہے، وہ مجھے بتلانے نہیں ہیں، مگر حدیث کی کتاب کی غرض و

غایت کیا ہے؟ اس کو ذرا بتلایا جائے تاکہ اس کا مقصد ہمارے سامنے ہو، بعض
حضرات نے فرمایا کہ حدیث کی غرض وغایت یہ ہے کہ اس کو سن کر انسان کی زندگی
میں دین آجائے اور سنت کے انوار آجائے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہماری زندگی سنت
کے مطابق ہوجائے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے
ہمیں یہ ایمان کے نور کی دولت عطا کی اگر اس کی عظمت ان امراء کو معلوم ہوجاوے
کہ اللہ نے ہمارے دلوں میں کیا دولت رکھی ہے تو یہ لوگ تلواروں سے جنگ کرکے
اس کو حاصل کرلیں ان کو پتہ نہیں کہ وہ دولت کیا ہے؟ بہرحال حدیث کا ایک مقصد
ہے کہ سعادت دارین حاصل ہوجاوے، دوسرا مقصد یہ ہے ان بشارتوں اور دعاؤں
مصداق بننا جو حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کے بارے میں وارد ہو
ہے۔ اور ایک اور مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اتباع اور نقش قدم پر
چلا جائے؟ اس کا طریقہ معلوم ہوا اس لئے ہم حدیث پڑھتے ہیں صحابیت کی شان پ
ہوجائے گو حدیث کے پڑھنے پڑھانے سے کوئی صحابہ نہیں بنتا لیکن صحابہ کرامؓ جیس
شان پیدا ہوجائے، چنانچہ ہمارے اکابرین دیوبند کے جو حالات پڑھیں اس کے
متعلق ایک بہت بڑے بزرگ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا قافلہ جارہا تھا، چ
روحیں اللہ نے پیچھے چھوڑ دی، یہ وہی روحیں ہیں جو ہمارے اکابر دیوبند کی شکلوں میں
تھی، حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جو ایک جلیل القدر بزرگ
گذرے ہے انھوں نے ببول کا ایک درخت لگایا جب وہ ذرا بڑا ہوگیا تو حضرت مد

ھی وہاں بیٹھتے تھے، پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ ببول کے درخت
ے نیچے بیٹھے اور وہاں جانے کا موقع نہیں ہے اس لئے میں یہاں بیٹھتا ہوتا کہ ایک
ت پر عمل ہو جائے، ایک ایک سنت کی ادائیگی کا جو غیر اختیاری غیر واجبی چیز ہے، جو
ن زوائد میں سے ہے، اس کا بھی بڑا اہتمام کیا تو ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی
ں سنن کا اہتمام کریں!۔

تعدادِ روایاتِ بخاری:

حافظ ابن صلاحؒ نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ مکررات کو شمار کر کے صحیح بخاری کی
ادیث کی تعداد (۵۷۲۷) بیان کی ہیں، اور مکررات کو حذف کرنے کے بعد چار ہزار
ا ہیں، امام نوویؒ نے تقریب میں اور حافظ ابن کثیر نے اختصار علوم الحدیث میں اس کی
اع کی ہے حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوری دامت برکاتہم نے "تحفۃ القاری" میں لکھا
ہے کہ بخاری شریف میں کل حدیثیں بشمول مکررات تعلیقات ومتابعات نو ہزار بیاسی ہیں
ر مکررات کو کم کرنے کے بعد یہ تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ رہ جاتی ہیں، اور بخاری میں
۲ ثلاثیات ہیں، وہ احادیث ثلاثیات کہلاتی ہیں جن میں امام بخاریؒ اور نبی کریم
ﷺ کے درمیان تین واسطے ہوں، ۲۰ ثلاثیات تو حنفی شیوخ سے روایت کی ہیں، جیسا
ہ شروع میں بتلا چکا کہ امام بخاریؒ کی پیدائش ۱۹۴ھ کی ہے اور وفات ۲۵۶ھ میں
ئی اس طرح امام بخاریؒ کی کل عمر ۶۲ سال ہوئی کچھ دن اوپر ہیں، گویا تریسٹھواں سال
وع ہو چکا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فی الجملہ مدت عمر میں بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع

کی توفیق عطا فرمائی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی ۶۳ سال تھی اور یہ ۶۳ سال میں داخل ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے تھوڑے سے عرصہ میں ان سے اتنی عظیم خدمات لیں پھر دنیا سے رخصت ہو گئے، یہ امام بخاری کے مختصر حالات زندگی تھی، اب امام بخاری کے کارناموں میں سے بڑا کارنامہ یعنی صحیح بخاری کی تالیف ہے، جو آپ حضرات کے سامنے ہے، اور آپ حضرات حدیث پاک کا درس شروع کر رہے ہیں اس میدان میں قدم رکھنے والے کی ابتدائی نیت "تفقہ فی الدین" ہے اسلامی احکام کو جاننا ان کو سمجھنا اور ان کے اجمالیہ و تفصیلیہ سے واقفیت حاصل کرنا ہے یہ نیت ہوئی تو سمجھئے ۵ ۲ سال خرچ کرنا آسان ہے، ورنہ سند تو دو سال میں بھی حاصل کر سکتے ہو، اور غایۃ الغایات وابتغاء وجہ اللہ (خدا کی رضا کی طلب) ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں امام بخاری کے نقش قدم پر چلائے، اور دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شخصیات

(جن کا اس کتاب میں ذکر آیا ہے)